
چراغ تہ داماں
اقبال متین

چراغ تہہ داماں

اقبال متین

اقبال متین نے چراغِ تہہ داماں میں ایک ایسے موضوع کو چھوا ہے جس کو ہاتھ لگاتے خیال کی انگلیاں جلتی ہیں. بے حد نازک بلکہ سچ پوچھیے تو ایک ایسے موضوع کو جس میں مصنف کے بھٹک جانے کے بے پایاں امکانات موجود تھے ان کے قلم نے اس طرح برتا ہے کہ پورا ناولٹ ایک مکمل اکائی بن گیا ہے.

کوشلیا اور شانو جیتے جاگتے افراد نہیں دو سوال ہیں لیکن اقبال متین نے ان سوالات کو جسم عطا کر دیا ہے. ناولٹ کے باقی سارے کردار ان دونوں کرداروں کو رنگ و روغن فراہم کرنے کے باوجود اپنی مستقل حیثیت بھی رکھتے ہیں. چراغ تہہ داماں کا ایک بھی کردار ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جسے ناول کی اکائی کو مجروح کیے بغیر نظر انداز کیا جا سکے.

چراغ تہہ داماں کا شمار اردو کے اہم ناولوں میں یقیناً ہو گا.

پبلشر

rekhta

چراغ تہہِ داماں

ناول

اقبال متین

نصرت پبلشرز۔ کپور مارکیٹ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳

قیمت :
کتابت : شہید صفی پوری
اشاعت : دسمبر ۱۹۷۶ء
طباعت : نامی پریس
تعداد : ۶ سو

انتساب

بہت پیارے اور محترم بھائی

ڈاکٹر سید عبدالمنان کے نام

کہ

درد اور درد کی ہے سب کے دوا ایک ہی شخص
یاں ہے جلاد و مسیحا بخدا ایک ہی شخص

(حالی)

— اقبال متین —

وہ بجرہ جو جھیل کے شفاف سینے پر ڈول رہا ہے کوشلیا ابھی ابھی اس سے اتری ہے اس نے ننھے شانوجہ کا ہاتھ تھام لیا ہے جو ابھی تک بجرے ہی میں کھڑا اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر مسکرا رہا تھا۔

کوشلیا کے چہرے پر پانی کے قطرے دمک رہے ہیں اور اس کی لمبی لمبی سیاہ زلفوں میں بھی پانی کی بوندیں اس طرح اٹکی ہیں جیسے موتی پرو دیے گئے ہوں۔

یقیناً پانی کے یہ موتی بجرے کے ان نئے مسافروں نے کوشلیا پر پھینکے ہیں ---

ننھا شانوجہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ان مردوں کے مذاق پر ہنستا رہا ہوگا جو کوشلیا سے کچھ ہی پہلے بجرے سے اترے ہیں۔

آج ننھے شانوجہ نے اتنی ضد کی ہو گی کہ کوشلیا کی وہ مامتا جاگ پڑی جسے تھپک تھپک کر وہ سلاتی رہی ہے۔

بردوے گیسٹ ہاؤس اتنی بلندی پر ہے کہ موٹے آدمی اس تک پہنچتے

پہنچتے ہانپنے لگتے ہیں۔ یہ گیسٹ ہاؤس اپنے پُر فضا مناظر، صحت بخش آب و ہوا، اطراف میں بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ایک گہری خوفناک کھائی کے لئے مشہور ہے۔

برہن بستی کا قریہ اس گیسٹ ہاؤس سے صرف دو ڈھائی میل ہے۔ ضروریات زندگی کی ساری دوکانیں برہن بستی ہی میں ہیں۔ برودے گیسٹ ہاؤس کے چھوٹے سے احاطے سے دو فرلانگ پر فیوزک ہینس کا خوبصورت سا ریسٹورانٹ ہے جس کا نام فیوزے ہے ـــــ فیوزے میں آپ کو ہندوستانی شرابیں، دبتیے اور سور کا گوشت اور گائے کی زبان، اتوار، پیر اور کبھی کبھی منگل کو بھی مل سکتے ہیں۔ آج چھ سال سے کوئی اتوار بھی ایسا نہیں گزرا ہے جب کہ یہ ساری چیزیں دور اور نزدیک سے آنے ولے مسافروں اور ٹورسٹوں کو نہ ملی ہوں۔ پیر اور منگل کے سلسلے میں ہینس کبھی دعویٰ نہیں کرتا ـــــ وہ کہتا ہے کہ اتوار کے دن نہیں کا لفظ وہ اپنی ڈکشنری سے خارج کر دیتا ہے۔

جوں جوں برودے گیسٹ ہاؤس کی چہل پہل میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے کوشلیا کے بدن پر نئے نئے کپڑے دکھائی دینے لگے ہیں اور سُنا ہے کہ ہینس بھی ایک چھوٹی سی سکنڈ ہینڈ وین VAN خریدنے کے منصوبے بنا رہا ہے کہ وہ روز نہیں تو ہر دوسرے تیسرے دن شہر سے تازہ گوشت،

مچھلی اور کچے جھینگے اپنے فیوزے کے لئے لاسکے۔

کوشلیا اور فیوزے ان دونوں کو برودے گیسٹ ہاؤس سے الگ کرلیا جائے تو ہم اس کے مناظر کی دلکشی اور خوبصورتی ہی کو سرے سے کھو بیٹھیں ـــــ کوشلیا تو برودے گیسٹ ہاؤس کو آغوش میں لئے ہوئے ہر منظر کا ایک حصہ ہو کر رہ گئی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کوشلیا کا تصور ننھے شانوجہ کو ہٹا کر ممکن نہیں۔

شانوجہ پانچ چھ سال کا بڑا پیارا سا بچہ ہے ـــــ کوشلیا نے اپنی کوکھ سے اسے جنم دیا ہے اپنی چھاتیاں چُسا کر اسے پروان چڑھایا ہے ـــــ اور آج یہی کوشلیا کبھی اس کے گال پر طمانچہ لگا کر اس سے کہتی ہے ـــــ تو مر نہیں جاتا۔

ہینس نے بھی کبھی کبھی سوچا ہے، واقعی شانوجہ مرجائے تو؟ ـــــ پھر اس خیال پر تاسف کرتے ہوئے اسنے اپنی انگلی سے اپنے ہی سینے پر صلیب کا نشان بنا لیا ہے۔ یعنی اس نے شانوجہ کی موت کی خواہش اپنے دل سے نکال پھینکی ہے اور توبہ و استغفار کا اظہار اس صلیب سے کیا ہے جو ابھی ابھی اس نے اپنے سینے پر انگلی کے اشارے سے بنائی ہے۔

ہینس کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ شانوجہ مرجائے۔ وہ کوشلیا کے دل میں اس مردہ ماماتا کو زندہ ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے جو اسکے خیال میں

کبھی کی مر گئی ہے۔ اس ماَمتا کو زندہ دیکھنے کے لئے وہ چاہتا ہے کہ شانوجہ مر جائے بھی تو مضائقہ نہیں۔

ہنیس کہتا ہے کہ آنے والے مسافروں نے مل جل کر کوشلیا کی ماَمتا لوٹ لی ہے۔ فیوزک، ہنیس کو کبھی کبھی یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اسے اپنے فیوزے سے جتنا پیار ہے کوشلیا کو شانوجہ سے اتنا پیار بھی نہیں ہے۔

ہنیس اپنا تقابل کوشلیا سے غلط کرتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ فیوزے اگر اس کا بچہ ہے تو بڑا اکماؤ پوت ہے شانوجہ کی بات الگ ہے۔ شانوجہ تو اتنا ضدی ہے کہ کوشلیا کو اچھے خاصے سخی مسافر تک کے پہلو سے اٹھ کر اپنے اتارے ہوئے کپڑے پھر سے پہن لینے پڑے ہیں ——— اور مسافر نے بھنا کر کوشلیا سے کہا ہے ———

”پھینک کیوں نہیں دیتیں اس اوڑے کو کھائی میں“

کتنے ہی مسافروں نے کوشلیا کو مشورہ دیا ہے کہ وہ شانوجہ کو کھائی میں پھینک دے ——— وہ موقع محل دیکھ کر کبھی مسکرا کر رہ گئی ہے کبھی شانوجہ کے گال پر طمانچہ جڑ دیا ہے۔

یہ دونوں مسافر جنہوں نے تارامتی اٹیم بوٹ پر بجرے کو ترجیح دی تھی بردوے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اترے ہیں ——— ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی لڑکی نہیں ہے ——— یہ بردوے گیسٹ ہاؤس ہی میں ایک

دوسرے سے متعارف ہوئے ہیں۔ جب یہ بس سے اتر کر گیسٹ ہاؤس پہنچے تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہ تھے لیکن بردوے ہاؤس کے سارے کمرے چونکہ انگیج تھے اس لئے ان دونوں نے کمرہ نمبر ۳ میں دو بستر لگوانے پر منیجر سے رضا مندی ظاہر کر دی تھی۔

ان دونوں نے آپس میں یہ تصفیہ کر لیا ہے کہ کوشلیا کے ساتھ رہنے سے متعلق قرعہ اندازی کر لی جائے۔ جس کا نام پہلے اٹھے گا کوشلیا پہلے اس کی ہو گی اور دوسرا آدمی اس وقت تک شانوجہ کو سنبھال لے گا، اگر وہ نیند سے جاگ جائے۔

لیکن کوشلیا نے انہیں بتا دیا ہے کہ جناب یہ مُوا دس بجے رات سے پہلے سوئے گا نہیں کیوں کہ یہ دوپہر کو بہت سو کر اٹھا ہے اور جب تک یہ جاگتا رہے گا میں کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔

جب کوشلیا نے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہہ دی تو ان دونوں نے رات یہیں گیسٹ ہاؤس میں بسر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور فیوزے میں ڈنر کا آرڈر دینے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں ——— جاتے جاتے ان میں سے ایک نے کوشلیا کو پلٹ کر دیکھا اور کوشلیا نے جواب میں مسکراہٹ پھینک دی اور بڑی ادا سے شانوجہ کو بجرے سے کھینچ کر گود میں بھر لیا ———

شانوجہ ادھر کوئی چھ سات مہینے سے کوشلیا کو بہت دق کر رہا ہے۔ ورنہ

وہ پہلے اتنا ضدی نہ تھا۔ ایک حد تک وہ بجرے والے کاکا سے مانوس ہو چلا تھا۔ بجرے والا بوڑھا کاکا۔ شانوجہ بھی کاکا پکارنے لگا ـــــ بجرے والے کاکا نے بہت کوشش کی کہ شانوجہ اسے دادا پکارے لیکن شانوجہ راضی نہ ہوا۔

بجرے والے کاکا پھوس کی ایک کشادہ کٹیا میں جھیل کے کنارے رہتا ہے۔ کوشلیا بھی کاکا کے ساتھ ہی رہتی ہے اور شانوجہ بھی اسی کٹیا کا باسی ہے۔ رات تھپک تھپک کر لوریاں دے دے کر کوشلیا شانوجہ کو سلا دیتی تو پھر ـــــ اس کے سنورنے سجنے کا وقت شروع ہوتا ـــــ وہ دن بھر شانوجہ کو مشغول رکھتی اور سرِ شام ہی وہ سو جاتا ـــــ شانوجہ اس کا عادی ہو چکا تھا دن میں ایک منٹ کو بھی اس کی پلک نہ جھپکتی اور شام ہوتے ہوتے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا پھوس کے جھونپڑے میں دئے جلتے اور شانوجہ کی آنکھوں کے جگنو اپنی روشنیاں گل کر لیتے۔ ان دنوں کوشلیا کو آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو خوش کرنے میں اتنی دیر نہ لگتی ـــــ شانوجہ کو پچکار کر بہلا کر اس سے جدا ہونے میں اتنے جتن اسے نہ کرنے پڑتے تھے۔ کئی بار تو یوں بھی ہوتا کہ کوشلیا شام ہوتے ہوتے بن ٹھن کر مسافر کے ساتھ بر و دے یا فیوزے چلی جاتی اور شانوجہ کاکا سے کھیلتا کھیلتا سو جاتا، کبھی کوشلیا نہ ہوتی اور جھیل کی سیر کے لئے مسافروں کی ٹولی یا کوئی محبت کرنے والا جوڑا آ نکلتا تو کاکا شانوجہ کو بھی اپنے ساتھ بجرے میں بٹھا لیتا اور وہ کاکا کی گود میں بیٹھا اپنے ننھے ہاتھ اس طرح ہلاتا جیسے کاکا

نہیں خود وہ چپو چلا رہا ہو۔

چٹکی ہوئی چاندنی راتوں میں، جھیل کے شفاف پانی میں پیر لٹکائے ہوئے جب کوشلیا اکیلی بیٹھی چاند کا عکس پانی کی لہروں میں ٹوٹتا ہوا دیکھتی تو وہ بڑی گم سم سی رہتی۔ پیر ہلا کر جھیل میں ہلکورے پیدا کرتے کرتے وہ ایک دم بُت کی طرح خاموش ہو جاتی ـــــ پانی آہستہ آہستہ تھم کر آئینہ بن جاتا اور وہ اپنا چہرہ چاند کے برابر جھیل کے دل میں اترتا ہوا دیکھ کر اداس ہو جاتی ـــــ پھر یکایک پیر ہلا کر اس سارے منظر کو بڑی بے دردی سے وہ تہس نہس کر دیتی۔

بڈھا کاکا کچھ جان کر پھوس کے جھونپڑے سے نکل آتا اور کوشلیا کو آواز دیتا تو وہ پلّو سے آنسو خشک کر کے اٹھ کھڑی ہوتی اور اگر ایسے میں کوئی مسافر بھی کاکا کے ساتھ ہوتا تو کوشلیا اسی طرح ہنستی ہوئی کاکا کی جانب بڑھتی کہ مسافر کو پہلی نظر ہی میں اس پر پیار آ جاتا۔

فیوزے لیک میس (FUZAY LAKE MESS) کا مالک ہنسن کوشلیا کے اس روپ سے قطعی نابلد ہے کہ چاندنی راتوں میں اس پر اداس رہنے کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ چاندنی راتوں میں کوئی مسافر بجرے میں سوار ہو کر جھیل کی سیر کو نکلتا اور اس کے ساتھ کوئی لڑکی یا عورت محبوبہ یا بیوی نہ ہوتی تو کوشلیا اس مسافر کے لئے پہلے محبوبہ بن جاتی پھر بیوی۔

بجرے سے اترے ہوئے دونوں مسافر فیوزے پہنچے تو ہنسن نے تھوڑا جھک کر

ان کا سواگت کیا۔ ان دونوں کو نہیں معلوم تھا کہ شرابیں یہاں ملتی ہیں۔ جب نیوزے میں انہوں نے قدم رکھا تو آنکھیں چکا چوند ہو گئیں ——— وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اپنے اپنے اٹیچی میں جتنی کچھ انہوں نے سنبھال رکھی ہے، بروڈے ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں پہنچ کر یا زیادہ سے زیادہ لان میں بیٹھ کر اسی سے لطف اٹھانا ہے۔ لیکن یہاں تو نیوزے کی سج دھج ہی اور تھی۔ خوبصورت سی کرسیاں، چھوٹی چھوٹی میزیں ——— تار اور چکریوں سے ٹنگے ہوئے سرسراتے پردے کہ جب چاہیں کھینچ کر دنیا کی نظروں سے اس طرح چھپ جائیں جیسے اپنی روح کی نیم برہنگی سے چھپتے ہیں۔

ان میں سے ایک مسافر نے جو گنجا تھا اس مسافر کی طرف دیکھا جس کے سارے کے سارے بال تو تھے لیکن جو عمر سے پہلے شاید سفید ہو گئے تھے، حالانکہ ابھی اس کا خون سفید نہیں ہوا تھا۔ کم سے کم کوشلیا نے ایسا محسوس کیا کہ اس کا خون سفید نہیں ہوا ہے لیکن اس نے اپنے بال بھی لال کر رکھے تھے۔

دونوں مسافروں کو آنکھوں آنکھوں میں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر نیوزے ہینین نے مزید خوش اخلاقی اور انکساری کا ثبوت دیا۔

"آپ شاید لیک (جھیل) سے آرہے ہیں؟" ——— اک ذرا گردن کو خم کر کے بڑی نرم مسکراہٹ سے ہینین نے پوچھا۔

"ہاں جی" ——— گنجے مسافر نے بتایا جو گنجا ہونے کے باوجود بڑا سجل تھا۔

دوسرے نے پوچھا ——— "آپ نے کیسے جان لیا؟"

"ان پیلے گلابوں سے ———" ہینین نے مسکراہٹ میں وقار پیدا کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور انہیں بتایا کہ پیلے گلاب سارے پارک اور گسٹ ہاؤس میں نہیں لگائے گئے ہیں ——— یہ رنگ جھیل کے لئے مختص کر دیا گیا ہے ——— کوئی مسافر جھیل سے لوٹتا ہے تو یہی پھول اس کے رومانس کی چغلی کھاتے ہیں۔

دونوں مسافر ذرا سا چونک کر مسکرائے۔

"وہ کیسے ———؟" ایک نے پوچھا

"وہ اس طرح کہ میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ پھول آپ کو کس نے دیئے ہیں ——— اور اس پھول کے لیے آپ نے صرف ایک آنہ دیا ہوگا لیکن اور بہت کچھ دے دینے کا ارمان دل میں لیے آئے ہوں گے ——— آپ لوگ تو خیر سے اپنی محبوبہ یا بیوی کے ساتھ نہیں آئے ہیں ——— میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ بھی جو اپنی دل نواز بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو اپنے پیلے گلاب ان کی زلفوں میں سجا دیتے ہیں لیکن دوسری بار جب وہ آتے ہیں تو تنہا ہوتے ہیں۔ تاکہ اس پیلے گلاب کو جی بھر کر سونگھ سکیں۔

دونوں مسافروں نے اس طرح قہقہہ لگایا جیسے قہقہے کی نقل اتار رہے ہیں۔

"کیوں صاحب کوشلیا نے ہی یہ پھول دیے ہیں نا" ——— ہینین نے ذرا سا قریب

ہینسن پھر ایک بار اسی انداز سے جھکا ــــ اس نے کہا ــــ "فیوزے میں ہر عورت کی تعظیم کی جاتی ہے جناب۔"

دونوں مسافروں نے ڈنر اور دس سال پرانی تھری اکس رم کا آرڈر دیا اور کوشلیا کے لئے جھیل کی جانب روانہ ہوئے تو ہینسن نے تعظیماً جھک کر کہا۔

"کوشلیا تو صرف گولڈن ایگل بیئر پیتی ہے اور کبھی موڈ میں ہو تو آپ تھوڑی سی جن بھی اس میں ملا سکتے ہیں اور فیوزے میں آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

کوئی آدھے گھنٹے بعد جب دونوں مسافر جھیل سے لوٹے تو کوشلیا اور شانوجہ دونوں ہی ان کے ساتھ تھے۔

لال بالوں والے مسافر نے مسکرا کر ہینسن سے کہا۔

"بڑی مشکل سے آئی ہیں کوشلیا دیوی۔"

وہ تو میں جانتا تھا، ہینسن نے کہا ــــ Father of the lake = (جھیل کا باپ) بجرا چلاتا ہے کوشلیا Fairy of the Lake (جھیل کی پری) بڈھے کاکا کے لئے اپنی مسکراہٹ پھینک کر ٹورسٹوں کو گھیر لیتی ہے ــــ میں تو حیران ہوں کہ وہ وقت سے پہلے کس طرح آسکیں ــــ جھیل کے چار چھ چکر کے لیے تو ابھی کچھ اور لوگ فراہم ہو سکتے تھے، اتنا وقت تو ابھی ہے اور آج لوگ بھی زیادہ ہیں ــــ"

"ہم نے بجرے کی ٹرپس رکوادی ہیں۔"

ہو کر اس طرح کہا کہ سامنے کھڑا ہوا بیرا سب کچھ سن کر بھی جیسے کچھ نہ سن سکا۔

لال بالوں والے مسافر نے کہا ــــ "بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ ان کو تو کوشلیا نے ہی پھول دیا ہے اور مجھے شانوجہ نے۔"

"شانوجہ کا زمانہ آرہا ہے جناب۔"

ہینسن نے بائیں آنکھ بند کر کے گنجے مسافر کی طرف دیکھا اور پھر دونوں نے فاتحانہ طور پر لال بالوں والے کی طرف اور سب ہی ہنس پڑے۔

خوش اخلاقی کے اس مظاہرے کے بعد ہینسن نے مطلب کی بات کی۔

"فرمائیے" گردن کو خم کر کے حسب عادت اس نے پوچھا ــــ "کیا خدمت کروں ــــ وہسکی، رم، برانڈی، بیئر، جو آپ کہیں۔"

"اور اگر ہم پینے کے دوران میں کوشلیا سے باتیں کرنا چاہیں تو ــــ کیا وہ یہاں آسکتی ہے" ــــ

"بیشک بیشک ــــ کیوں نہیں آسکتی ــــ فیوزے پر آپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کوشلیا پر لیکن آج ٹورسٹ زیادہ آتے ہیں ــــ مہینے کا پہلا اتوار ہونا ــــ اور کوشلیا ہی کی وہ شخصیت ہے جو اسٹیمر بوٹ کی طرف جانے والے مسافروں کو بھی بجرے کی طرف کھینچ لیتی ہے، بہر حال یہ اس کا اور آپ کا معاملہ ہے ــــ آپ بلا لائیں ــــ فیوزے میں کوشلیا ہو یا کسی کی دھرم پتنی سب یکساں ہیں۔"

گنجے مسافر نے مسکرا کر انکشاف کیا۔

"یہ اچھا کیا آپ نے ـــــ دس روپے تو دیوی جی کے بھینٹ کرنے پڑے ہوں گے ـــــ لیکن بڈھا کا کا اس عمر میں مزید محنت کرنے سے تو بچ گیا ـــــ چلئے اب آپ فراغت سے بیٹھ سکتے ہیں ـــــ" گویا ہنین نے مسافروں کے اس خرچ کو صحیح قرار دیا اور دونوں مسافر ایک حد تک مطمئن سے نظر آئے۔

"تم جانتے ہو نا ہنین کہ میں نے انہیں ٹھگ نہیں لیا ہے" کوشلیا نے اپنے کئے کی مزید توضیح چاہی اور اپنی لمبی دونوں چوٹیوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر ننھے شانو جہ کے ہاتھ ان سے باندھنے لگی۔

"کاش کوئی مجھے اس طرح قید کرتا" لال بالوں والے نے کہا لیکن ہنین نے بولنا شروع کر دیا تھا اس لئے کوئی اور اس بات کو شاید نہ سن سکا سوائے کوشلیا کے جو مسکرا رہی تھی۔

"ہاں جناب ـــــ ہنین نے ذرا سا جھک کر وکالت کی ـــــ بجرے کے ٹرپس رکوانے کے لیے کوشلیا دیوی سے محبت کرنے والا ہر مرد یہی کرتا ہے ـــــ آپ تو خوش قسمتی سے دو دو ہیں۔ share (شیر) ـــــ کر لیا ہو گا ـــــ"

دونوں ہنسے، کوشلیا بھی ہنسی، ہنین بھی ہنسی میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ بیرا بھی۔

لیکن شانو جہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ـــــ وہ کوشلیا کا ہاتھ جوڑ کر

اسٹیل کی فولڈنگ کرسی سے الجھ گیا تھا ـــــ اس نے کرسی بند کرنی چاہی جو اس سے پوری طرح بند نہ ہوئی ـــــ پھر کھولنی چاہی تو اپنی انگلی پھنسا بیٹھا لپک کر کوشلیا نے اس کی مصیبت دور کی لیکن وہ مچل گیا ـــــ اور سب کو اپنے سے ہمدردی کرتا ہوا دیکھ کر بسکٹ اور پیسٹری کی طرف اشارہ کرنے لگا ـــــ

"دیتے ہیں بابا سب دیتے ہیں" ـــــ ہنین، شانو جہ سے اس طرح مخاطب تھا جیسے دونوں مسافروں سے کچھ کہہ رہا ہو۔

گنجے مسافر نے پہل کی۔

"بے بی کے لئے بسکٹ پیسٹری اور چاکلیٹ ـــــ اور سب کے سب میز کی طرف بڑھ گئے تو بیرے نے چکریوں پر گھومنے والا پردہ کھینچ دیا جو سراسر جھول گیا۔

"اور بے بی کی ماں کے لئے جناب ـــــ؟" ہنین آگے بڑھ کر ذرا سا جھک گیا۔

"تم جانتے ہو ہنین" ـــــ کوشلیا نے یہ کہہ کر جیسے ہنین کو جتلا دیا کہ اب وہ بھی آرڈر دینے کی اہل ہو گئی ہے جس کے لئے ان مسافروں کی منظوری ضروری نہیں۔

"جانتا ہوں کوشلیا دیوی؟"

تم آج بار بار مجھے کوشلیا دیوی کیوں کہہ رہے ہو ـــــ؟" کوشلیا نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ بُرا مان رہی ہے۔

"نہیں کہوں گا" ہنیس جھک گیا۔

"کہہ بھی لو تو کیا ہے ــــ کیا میں دیوی نہیں ہوں ــــ اور جو نہیں ہوں تو بھی کیا بُرا ہے ــــ لیکن تمہارے منہ سے یہ کچھ ٹھیک نہیں لگتا۔"

ہنیس نے معافی مانگ لی۔

"جاؤ ــــ کر دیتی ہوں معاف ــــ اور وہ آگے بڑھ گئی۔"

فیوزے میں لوگ آہستہ آہستہ آنا شروع ہو گئے تھے ــــ ایک انگریز نژاد مرد کے ساتھ ایک افریقن لڑکی تھی۔ دونوں کے رنگ روپ میں دن اور رات کا فرق تھا۔ لیکن انگریز مرد افریقن لڑکی کو اس طرح رجھا رہا تھا کہ بیرا آرڈر کی چیزیں لاتے وقت پردہ سرکا کر رک جاتا اور کھنکار کر انھیں موقع دیتا کہ انکے چسپاں ہونٹ الگ ہو جائیں۔

فیوزے کے دوسرے سارے لوگ از خود رفتگی کے اس عالم میں نہ تھے شاید اس لئے کہ فیوزے میں وہ ابھی آئے تھے اور پینا شروع کئے انھیں دیر نہیں ہوئی تھی۔

ایک سردار جی اپنی سردارنی کے ساتھ دنبے کا بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ سردار جی بہت ہی صحت مند اور دیدہ ور آدمی تھے لیکن سردارنی کا جسم لٹک گیا تھا اور وہ سردار جی کی بیوی ہونے کے باوجود ان کی بڑی بہن نظر آ رہی تھیں۔ لیکن دو پیلے گلاب سردارنی نے اپنے بالوں میں سجا رکھے تھے جو یقیناً سردار جی نے اپنے ہاتھ سے ان کے بالوں میں ٹانک دیے ہوں گے۔

اور بھی ادھر ادھر کچھ لوگ تھے۔ ہال میں سردارنی کے سوا کوئی عورت نہ تھی جو کھلے عام بیٹھی ہو ــــ افریقن لڑکی اور انگریز مرد نے پردہ کھینچ رکھا تھا۔ کوشلیا شانوجہ اور دونوں مسافر بھی پردے ہی میں تھے لوگوں کی نظریں البتہ اس پردے سے بار بار ٹکرا رہی تھیں جس کے پیچھے سے کوشلیا کی بے باک ہنسی سارے فیوزے میں گونج رہی تھی اور ہال کے لوگوں کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

لال بالوں والے نے دوسرا گلاس ختم کرتے ہوئے شانوجہ کے منہ سے پیڑی لینی چاہی ــــ لیکن وہ جھٹ سے منہ میں ڈال کر ہنس پڑا ــــ کوشلیا نے پیار سے شانوجہ کو دیکھا اور گنجے مسافر نے کوشلیا کا گلاس جس میں بیر کے ساتھ جن ملی ہوئی نہیں تھی اٹھا کر کوشلیا کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا ــــ "شانوجہ کی ہنسی اور تمہاری ماضتا کے لئے۔"

کوشلیا نے گلاس اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور غٹار گئی ــــ گنجے مسافر نے بھی اپنا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور لال بالوں والے نے بھی اپنے خالی گلاس کا آخری قطرہ زبان پر ٹپکا لیا۔

"بناؤ جان ــــ لال بالوں والے نے کہا۔

کوشلیا نے دونوں گلاسوں میں رم ڈال دی ــــ دیکھو برابر ہے نا؟"

"ہاں جان" ــــ دونوں مسافروں میں سے کسی نے کہا ــــ اور کوشلیا نے بیر کی دوسری بوتل کے لئے بیرا کو پکارا

"اوہ ساری"——— دونوں مسافروں نے معافی چاہی۔

بیرا آگیا تو گنجے مسافر نے کہا——— "ایک بوتل بیر——— اور کھانے کے لئے تم بولو جان؟"

"زبان———" ذرا مرچ زیادہ لگانا

"اور ہیم بہت ٹھنڈا" لال بالوں والے نے اضافہ کیا۔

"اور بیر ہیم سے بھی زیادہ ٹھنڈی"——— کوشلیا نے کہا۔

"اور تلا ہوا گوشت اور ابلے ہوئے انڈے"——— گنجے مسافر نے مزید کہا۔

بیرا جا چکا تو لال بالوں والوں نے کہا———

"ڈارلنگ تم بہت سوبر ہو——— بیر پینے سے کیا خاک ہوگا۔"

"بہت کچھ ہوتا ہے۔ تم چونکہ دور رہے ہو اس لئے میں تمہیں تمہاری سطح پر نظر نہیں آرہی ہوں۔"

"نہیں ڈارلنگ یہ سچ کہتے ہیں۔" گنجے نے اصرار کرتے ہوئے کہا "تم ہر گلاس کے ساتھ نصف پگ جن ملالو۔"

"ہاں ملالوں گی——— کیا برا ہے——— لیکن تم لوگ مجھے دُھت کر کے مجھ سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"

"ارے نہیں جان——— یہ کیا کہہ رہی ہو تم——— لال بالوں والے نے بڑے چاؤ سے کہا جس کو کوشلیا اب "ریڈش ڈیر" کہہ کر مخاطب کرنے لگی تھی۔

شانو جہ بسکٹ آملیٹ اور پیسٹری ختم کر چکا تھا اور ابھی ابھی اس نے لمبی جماہی لی تھی۔ "نیند آرہی ہے اس کو"——— ریڈش ڈیر نے شانو جہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کوشلیا سے کہا۔

وہ شانو جہ سے مخاطب ہوئی——— "جائے گا کاکا کے پاس؟——— جانا راجا بیٹا——— میں جلد آؤں گی——— ان دونوں کو جل دے کر یوں بھاگ آؤں گی———" کوشلیا نے چٹکی بجا کر کہا——— "اور اپنے راجہ بیٹا سے الگ سو رہوں گی۔"

بیرا نے ٹھنڈی بیر میں آدھا پگ جن ملا دیا——— خالی پلیٹیں اٹھا کر بھری ہوئی میز پر سجا دیں۔

کوشلیا نے آدھا گلاس ٹانچ دیا اور بیرا کو پکارا——— ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تڑپ کر پردے پر نگاہ ڈالی جس کے پیچھے سے کوشلیا کی سریلی آواز آئی تھی۔

اور واقعی کوشلیا کی آواز اس کے جسم سے کچھ کم نہ تھی۔ کبھی کبھی کوشلیا کا سارا وجود ایک بنتا ہوا محسوس ہوتا تھا جو بروڈے ہاؤس، فیوزے ریسٹورانٹ اور جھیل کے گوشے گوشے میں سنائی دیتی تھی۔

کوشلیا کی آواز پر اب کی بار سردار جی بری طرح چونکے تھے اور سردار جی اپنے بالوں میں پہلے گلابوں کو ٹھیک کر لیا تھا۔ اس پر بھی اس سے رہا نہ گیا تو اس نے سردار جی سے کہا۔

"یہ آواز اسی لڑکی کی معلوم ہوتی ہے جس نے جھیل پر پھول دیے تھے اور تم نے پھول لینے کے بہانے اسے تاکا تھا ـــــ اور اس کا بچہ کتنا پیارا سا ہے ـــــ وہ تو شوہر والی کوئی شریف عورت ہوگی نا؟"

سردارنی نے ایک سانس میں اتنی باتیں کہہ دیں تو سردارجی سوچنے لگے کہ اب انھیں بھی تو کچھ کہنا ہے۔

انہوں نے کہا۔

"واہاگرو واہاگرو ـــــ میں بھی تو اس بچے ہی کو دیکھ رہا تھا کیسر ـــــ اپنا بھی کوئی ننھا ہوتا ـــــ" اور سردارجی نے ٹھنڈی آہ بھری جو بریانی کے سامنے دھری ہوئی گرم پلیٹ سے ٹکرا کر گرم ہوگئی۔ لیکن سردارنی واقعی بجھ کر رہ گئی تھی۔

سردارجی پر جب بھی کوئی کڑا وقت آتا تو وہ سردارنی کی توجہ پھیرنے کے لئے اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھا لیتے کہ سردارنی بانجھ ہے ـــــ سردارنی کا لٹکا ہوا جسم کچھ اور ڈھیلا پڑ جاتا اور وہ جو کچھ سامنے دھرا ہوتا چپ چاپ کھا لیتی ـــــ سردارجی ایسے میں گنگناتے اور جوک باکس پر اپنا پسندیدہ گیت سننے میں مگن ہو جاتے ہیں

پردے کے پیچھے شانوجہ نے پھر جماہی لی۔ اب تو اس کی آنکھیں مندنے لگی تھیں۔

"جائے گا منّا میرا" ـــــ کوشلیا اس کو پچکارنے لگی۔

"نہیں جاؤں گا" ـــــ "تم نہ ہوگی تو ڈر لگے گا مجھے ـــــ" شانوجہ بضد تھا اور اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے ہاتھوں پر سر ٹکائے سونے کے لیے مناسب زاویے کے لئے کوشاں تھا۔

ریڈش ڈیر نے گال تھپتھپاتے ہوئے شانوجہ سے کہا: "کل ہم بابا کو بہت سے چاکلیٹ دلائیں گے ـــــ چلو تمہیں کاکا کے پاس چھوڑ دیں۔"

شانوجہ بگڑا ـــــ "نہیں" ـــــ اس نے چیخ کر کہا۔

اور کوشلیا نے بھانپ لیا کہ اب زیادہ اصرار کرنے پر شانوجہ برہم ہو جائیگا۔ وہ جانتی تھی کہ شانوجہ کی برہمی کے کیا معنی ہوتے ہیں ـــــ وہ جب اڑ جاتی ہے پر آتا تو پھر کسی کی اس کے آگے نہ چلتی تھی ـــــ چنانچہ کوشلیا نے ریڈش ڈیر کو اشارہ کیا کہ وہ شانوجہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔

کوشلیا کی آنکھوں میں بیر اور جن کا جس قدر نشہ تھا اس سے کہیں زیادہ شانوجہ نیند کے نشے میں چور تھا اور اسی لیے کوشلیا چاہتی تھی کہ اب شانوجہ اطمینان سے سو جائے۔

"ڈیر بالڈ ـــــ پی چکو نا ـــــ" کوشلیا نے انگڑائی لے کر اپنے جوبن کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نام عمدہ دیتی ہو ـــــ" ریڈش ڈیر نے

کوشلیا کی تعریف کی اور اس کا ہاتھ چوما۔

"تمہیں کیوں نہ پیارے لال کہوں۔ یہ زیادہ اچھا رہے گا۔"

"خوب خوب ــــ نام بھی دیتی ہو ترجمہ بھی کر دیتی ہو۔"

"ارے ہاں۔" ڈیربالڈ اپنی کرسی سے قریب قریب اچھل پڑا ــــ "شانوجہ ہی سے قسمت کا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

"ہاں یاد رکھیں وہ اپنی ماں کا حسن کس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے ــــ کاغذ چاہیے ــــ جھٹ لکھیں ــــ ورنہ وہ سو جائے گا ــــ قرعہ اندازی کا یہ نیک کام اسی کے ہاتھ سے ہو جانا چاہیے۔" پیارے لال کہہ رہا تھا اور اس کا چہرہ بالوں کی سرخی کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔

"بیرا۔ بیرا۔ بیرا" ــــ ڈیربالڈ نے مسلسل پکارا اور پیارے لال نے ساتھ ہی گھنٹی بجا دی۔

کاؤنٹر پر ہنین چونکا ــــ کیا بات ہو گئی آخر ــــ وہ یوں بھی چاہتا تھا کہ اس کیبن کا ایک آدھ چکر لگا آئے تاکہ کوشلیا سے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی ہو اور اس کے ساتھی بھی خوش ہو جائیں کہ فیروزے کا مالک ان کی طرف اتنی توجہ کر رہا ہے ــــ چنانچہ وہ کیبن کی طرف چل پڑا۔

ہنین کو دیکھ کر کوشلیا نے کچھ برا سا منہ بنایا ــــ پیارے لال اور ڈیربالڈ کو بھی اس وقت اس کا آنا کچھ ناگوار گزرا لیکن ہنین نے جھک کر بڑے ادب سے کہا کہ مسلسل پکار اور گھنٹی کی آواز سے وہ خود چلا آیا ہے کہ کوئی بات انہیں ناگوار ہوئی تو اسے تو معلوم ہو سکے۔

"تھوڑا سا کاغذ بھجوا دیجئے" ڈیربالڈ نے ہنین کو ٹالنے کے لئے کہا۔

"بہت اچھا ــــ اور آپ کہیں تو ایک اور کرسی بھجوا دوں تاکہ دونوں کو ملا کر اس ننھے بیچارے کو سلا سکیں" ــــ ہنین نے شانوجہ سے ہمدردی کی۔

کوشلیا کو ہنین کی اس ہمدردی میں اپنے لیے طنز اور تضحیک کا پہلو نظر آیا اور اس نے تنک کر کہا ــــ "میں اس کی ماں ہوں ہنین"۔

"ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس واقعے کے بعد تو تمہیں شانوجہ کی بہت حفاظت کرنی چاہیے۔"

کوشلیا نے ہنین کو گھائل ہرنی کی طرح تڑپ کر دیکھا ــــ "ہاں اس کا اچھا برا میں جانتی ہوں۔ شکریہ۔"

ہنین جان گیا تھا کہ کوشلیا پر بھرپور وار اس نے کیا ہے ــــ اب مزید کچھ کہنے کی اس نے جرأت نہ کی۔ کیونکہ کوشلیا کا اگر موڈ خراب ہو جاتا تو وہ ایسے میں پہلے خاموش ہو جاتی ہے پھر رونے لگتی اور اچھی خاصی محفل اس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ محفل کی اس طرح یکایک برخواستگی کے معنی یہ بھی تو ہوتے ہیں کہ کچھ اور مال جو بک سکتا تھا وہ بکنے سے رہ جاتا چنانچہ وہ کاؤنٹر پر لوٹ آیا۔

بیرا کاغذ لے آیا تو کوشلیا کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

پیارے لال نے کاغذ پر دو نام لکھے ــــ انہیں برابر برابر پھاڑ کر موڑنے لگا۔

کوشلیا اپنی انگلیاں شانوجہ کے بالوں میں بڑے پیار سے کنگھی کی طرح پھیر رہی تھی ــــ اس کی آنکھیں شانوجہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کیبن میں بیٹھی ہی بیٹھی کیبن سے باہر دور، کہیں چلی گئی تھی۔

ڈیر بالڈ نے جس پر رم نے اب اچھی طرح اثر جما لیا تھا کوشلیا کی کمر میں گدگدا کر اسے مخاطب کیا۔

پیارے لال پرچیاں ٹیبل پر ڈال کر شانوجہ کو بیدار کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس کی آنکھیں بالکل مندھ گئی تھیں اور وہ آسانی سے بیدار نہ ہوتا تھا۔

"اس کو سو جانے دو ــــ کوشلیا نے پیارے لال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ــــ اس کو کیوں کانٹوں میں گھسیٹا جائے یہی کیا کم ہے کہ اس نے مجھ جیسی ماں سے جنم لیا ہے۔"

"تم سوبر ہو رہی ہو ــــ ڈارلنگ" ــــ ڈیر بالڈ نے پھر اس کو گدگدایا۔

کوشلیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی جا سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس کی آنکھوں سے نظریں پھیر لی جائیں۔

اور دونوں مسافروں نے صرف مسکراہٹ ہی دیکھی۔

"میں چیلنج لیتی ہوں تم دونوں میں سے کسی کو" ــــ کوشلیا نے انگڑائی لے کے بھنور میں مسکراہٹ کی کرنیں پھینک کر سب کچھ بھلا دیا اور اس طرح پھر اس محفل میں

لوٹ آئی جیسے فرض کی ادائگی کے خیال نے اس کی بانہہ پکڑ کر اس کو محفل میں ڈھکیل دیا ہو۔

ڈیر بالڈ اور پیارے لال اپنی اپنی نشستوں پر سیدھے ہو گئے۔

"جانم ــــ رحم کا طلب گار ہوں" ــــ ڈیر بالڈ نے جھک کر کوشلیا کے پیر چھو لئے۔

"یوں نہ کرو" ــــ اس نے اپنے پیر ہٹاتے ہوئے کہا ــــ میں تمہارے حق میں ہی فیصلہ کئے دیتی ہوں۔"

"سچ سچ یوں نہ کر دینا" ــــ پیارے لال نے التجا کی۔ "ورنہ میں جھیل میں ڈوب مروں گا۔"

کوشلیا مسکرائی ــــ "کون کسی کے لئے جھیل میں ڈوبتا ہے بابا ــــ بالکل یہی بات چھ سات سال پہلے مجھ سے کسی نے کہی تھی ــــ پھر وہ آج تک نہیں لوٹا ــــ اور میں اکیلی جھیل میں ڈوب ڈوب کر ابھرنے کے لیے رہ گئی ہوں"

یہ کہتے کہتے کوشلیا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں لیکن وہ برابر مسکرائے جا رہی تھی۔

پیارے لال نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے ــــ "تم جذباتی ہو گئی ہو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ــــ معاف کر دو ڈارلنگ!"

کوشلیا نے مسکراہٹ کو قہقہے میں اس طرح بدل دیا ــــ جیسے

یہ سب کچھ اس کے بس میں ہے۔

"تم بے وجہ پریشان ہو رہے ہو۔" کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے کہا۔ "میرے آنسو اور میرے قہقہے توام بچوں کی طرح ہیں ـــــ دونوں اتنے ملتے ہیں کہ انھیں پہچاننا مشکل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں قہقہے مار کر ہنستی ہوں تو رو رہی ہوتی ہوں اور جب آنسو چھپاتی ہوں تو گویا مسکراہٹ چھپاتی ہوں ـــــ اب بتاؤ ڈیر کیا تم میری ان باتوں کو مان لوگے؟ ـــــ تمھیں ایک اور بات بتاؤں"

ڈیر بالڈ نے خالی گلاس خود ہی بھر دیے۔

کوشلیا اب چہکنے کے موڈ میں آگئی تھی ـــــ شانوجہ آرام سے سو رہا تھا۔

پیارے لال کوشلیا کی باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا اور ایسا ظاہر کر رہا تھا کہ بہت متاثر ہے ـــــ ڈیر بالڈ کی بس یہی خواہش تھی کہ کوشلیا جلد از جلد قرعۂ فال اس کے نام نکال دے۔

چنانچہ بھرے ہوئے گلاس ہر ایک کے سامنے رکھتے ہوئے ڈیر بالڈ نے کہا۔

"جام اٹھاؤ ـــــ اس لمحے کے نام جو اب مقدر بننے والا ہے۔"

سب نے تھوڑی تھوڑی سپ کی۔

پیارے لال نے یاد دلایا کہ کوشلیا کچھ کہہ رہی تھی۔

لیکن ڈیر بالڈ اب کچھ اور سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ صاف صاف کہہ رہا تھا کہ کوشلیا پہلے قسمت کا فیصلہ کر دے پھر اطمینان سے باتیں کرتی رہے

"تو تیار ہو جاؤ۔" ـــــ کوشلیا نے بھرپور انگڑائی لے کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

دونوں مسافر جو اب کوشلیا کے گہرے دوست ہو گئے تھے ایک دم اس طرح اپنی اپنی نشستوں پر تن گئے جیسے اپنے بوجھل ذہن سے نشہ کی کیفیت کو زائل کر چکے ہوں۔

کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے ہاتھ بڑھایا اور ایک پرچہ اٹھا کر پلک جھپکنے میں کھول دیا۔

"ڈیر بالڈ ـــــ لو میں تمھاری ہو گئی ہوں۔"

ڈیر بالڈ اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا ـــــ وہ کھڑا ہو گیا ـــــ پھر وہ کوشلیا پر جھکا ـــــ پھر کوشلیا نے اپنے ہونٹ ڈیر بالڈ کے ہونٹوں میں دے دیے۔

پیارے لال مسکراتا رہا ـــــ اس کی نظریں اس اثنا میں بار بار شانوجہ پر پڑتی رہیں اور شانوجہ بے خبر سوتا رہا۔

کوشلیا نے ایک دلیر مسکراہٹ کے ساتھ ڈیر بالڈ کو دونوں ہاتھوں سے کرسی پر ڈھکیلتے ہوئے کہا ـــــ "چلو اب بیٹھو بھی ـــــ بہت بے صبرے ہو۔"

پیارے لال سے کوشلیا اور ڈیر بالڈ نے SORRY کہہ کر معافی مانگی۔

"کوئی بات نہیں" ـــــ پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے انتقاماً کہہ رہا ہو۔

کوشلیا نے چھیڑا ـــــ "تم تو جھیل میں ڈوبنے والے تھے نا ڈیر۔"

"لیکن تم اب کچھ گھنٹوں کے بعد میری بھی تو ہو جاؤ گی ـــــ جھیل میں ڈوب کر

ہمیشہ کے لئے تم سے محروم ہونا مجھے گوارا نہیں۔"

کوشیلیا نے قہقہہ لگا کر ڈیر بالڈ سے مصافحہ کیا ـــــ اور تینوں ہنس پڑے۔

ہال میں اکثر نظریں اس پردے کی طرف اٹھیں جس کے پیچھے سے قہقہے کا چھناکا باہر تک آکر بکھر گیا تھا ـــــ لیکن سردارنی اپنی زلفوں میں گلاب کے پیلے پھول درست کرنے کے لئے اپنی نشست پر موجود نہ تھی اور نہ ہی سردارجی تڑپ کر اس طرف دیکھنے کے لیے وہاں موجود تھے۔

انگریز نژاد ٹورسٹ بھی اپنی افریقن محبوبہ کے ساتھ جا چکا تھا اور اس کے پارٹیشن کا پردہ سمٹ کر ایک گوشے میں اس طرح جھول رہا تھا جیسے ان کے رومانس کی کہانی اپنی سلوٹوں میں چھپائے ہوئے ہو۔

ہال میں لوگ کم رہ گئے تھے اور ان کے آخری جام ان کے ہونٹوں کے منتظر تھے۔

ہینسن کو ذرا سی فرصت مل گئی تھی اور وہ کاؤنٹر سے لگی اونچی سی کرسی پر ایک ذرا ٹیک لگائے کمر سیدھی کر رہا تھا۔

پردے کے پیچھے ڈیر بالڈ سب سے زیادہ مضطرب تھا ـــ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد فیوزے کو چھوڑ دے اور بردو کے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اس کے بستر اور پیارے لال کے بستر کے درمیان وہ دبیز سا نیلا پردہ کھینچ کر تن جائے جو دیوار سے لگا کونے میں جھول رہا تھا۔

ڈیر بالڈ نے ایک تجویز رکھی ـــــ "تم چاہو تو آج رات بالکل دست بردار

ہو سکتے ہو۔ کل صبح میں چلا جاؤں گا۔ تم رک سکو تو رک جاؤ ــــ آج کے سارے اخراجات میرے ذمّہ ہوں گے۔"

فیوزے کے بل میں بھی میں تم سے کچھ نہیں لوں گا" اس نے پیارے لال کے کندھے پر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ رکھا جو اپنے لال بالوں کو اپنی سفید انگلیوں سے سلجھا رہا تھا ــــ "کیا ہم دوست ہو کر ایک دوسرے کے لیے اتنا نہیں کر سکتے؟"

پیارے لال کچھ دیر سوچتا رہا ــــ پھر اس نے بڑے وقار اور تمکنت سے کہا۔

"مجھے منظور ہے ــــ ایک رات میں، کسی عورت کا ایک سے زیادہ مردوں کے پاس رہنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم بالکل جانور ہو گئے ہیں اور پھر تمہارا جھوٹا تمہاری ہی جھوٹی پلیٹ میں مجھے کچھ گوارا بھی نہیں ہے ــــ جھوٹا تو ویسے تم بھی کھا رہے ہو، میں بھی کھاؤں گا لیکن یہ احساس تو نہ رہے گا کہ پلیٹ بھی جھوٹی ہے ــــ رات کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا عورت کو اتنا ستھرا کر دیتا ہے کہ وہ آنے والی رات کی سیاہی کو پھر اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے بڑی پرکشش اور خوبصورت بنا دیتی ہے ورنہ یوں لگتا ہے جیسے ہم دلدل میں چل رہے ہیں۔"

ڈیر بالڈ اتنا لمبا چوڑا لکچر سننے کے لیے قطعی تیار نہ تھا۔ اس نے بڑی

گرم جوشی سے پیارے لال کا ہاتھ دبایا ـــــــــ "شکریہ میرے فلسفی دوست میں خوش ہوں ـــــ اور اس نے کھڑے ہو کر اپنے دوسرے ہاتھ سے بیر کا گلاس اٹھایا اور جھک کر کوشلیا کے منہ سے لگا دیا ـــــ پھر سب ہی کھڑے ہو گئے۔

ڈیر بالڈ نے شانو جہ کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر سلا لیا ـــــ کوشلیا اس کے ساتھ ایسی لگی لگی چل رہی تھی کہ دیکھنے والوں کو تینوں باپ، ماں اور بچہ نظر آتے تھے۔ کوشلیا کے چہرے پر اس وقت ایک ایسی خواہش اور تمنا کی پرچھائیں تھی جو حسرت بن گئی تھی لیکن پہچانی نہیں جاتی تھی ـــــ وہ ڈیر بالڈ سے کچھ اس ادا سے بات کر رہی تھی، جیسے بیوی اپنے میاں سے اس وقت بات کرتی ہو جب وہ ان کا بچہ اٹھائے چل رہا ہو اور دل ہی دل میں ماں کے لاڈ پیار پر برہم ہو جو اسے ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے گھر پر چھوڑ کر نہیں نکلتی۔

کاؤنٹر کے قریب پہنچے تو پیارے لال نے مسکرا کر کوشلیا کو چھیڑا۔

"آپ شاید میرے دوست کی مسز ہیں؟"

کوشلیا نے اس طنز کو بھانپ لیا۔

"اگر ہوتی تو شاید تم کو بڑا دکھ ہوتا۔"

"ہو تو سکتا تھا ـــــ اس لیے کل تم میرے ساتھ بھی اسی طرح قدم سے قدم ملا کر چلنے والی ہو۔"

"میں تو آج بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن تم مجھے کتنی دور لے جا سکتے ہو۔

یہی نا فیوزے سے برودے تک اور اس کے بعد تم مردوں کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں۔"

پیارے لال چاہتا تو مسکرا بھی سکتا تھا اس نے سنجیدگی کا لحاف اوڑھے رکھا۔

ہنیس نے بل کی رقم لینے کے بعد جھک کر ڈیر بالڈ اور کوشلیا کا شکریہ ادا کیا، اس نے یہ بھی کہا کہ کوشلیا کی رفاقت میں ڈیر بالڈ کی رات یادگار بن جائیگی۔ جس کا وہ متمنی ہے۔

"گڈ نائٹ ـــ گڈ نائٹ ـــ جب وہ لوگ جدا ہوئے تو پیارے لال پہلے ہی باہر نکل چکا تھا ـــــ وہ فیوزے کے احاطے سے گزر کر اس سڑک پر آ گیا جو برودے کو جاتی تھی۔ رات نہ اتنی تاریک تھی، نہ اتنی اجلی ـــــ سڑک کی روشنیوں سے ہٹنے پر بھی صورتیں بہ آسانی پہچانی جاتی تھیں ـــــ ہواؤں میں خنکی تھی۔ تارے اس طرح آپس میں اشارے کر رہے تھے جیسے زمین کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہوں لیکن زمین اپنی جگہ مطمئن تھی گویا ستاروں کی بے بضاعتی کو جانتی ہو۔

پیارے لال سیدھی سڑک پر کھڑا وہاں تک دیکھ رہا تھا جہاں درختوں کے جھنڈ میں سڑک برودے کی طرف اس طرح مڑ گئی تھی جیسے چھپ کر جا رہی ہو۔ فیوزے کے احاطے میں پہنچ کر کوشلیا نے خنکی محسوس کی تو اس نے ڈیر بالڈ سے

سے کہا۔۔۔ شانو کو کچھ اڑھا لینا چاہیے لیکن یہاں ہو کیا؟ بہتر یہ ہے کہ تم اس کو مجھے دے دو۔ میں اپنا آنچل اڑھا لوں گی۔

"میں اپنا کوٹ بھی تو اڑھا سکتا ہوں"۔۔۔ اس نے شانو جہ کو کوشلیا کی گود میں دے کر اپنا کوٹ کی اندرونی جیب سے کچھ نوٹ اور کاغذ نکالے اور اپنی شرٹ کی جیب میں محفوظ کر کے کوٹ اتارنے لگا اور ساتھ ہی دوسری جیب کی زپ کو چھو کر اس نے دیکھا کہ زپ برابر ہے۔ کوشلیا نے شانو جہ کو پھر اس کی گود میں واپس دے کر کوٹ اڑھا دیا۔۔۔ پھر ایسی نظروں سے اسکو دیکھا جیسے پیار کر رہی ہو۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں پیار۔۔۔ ؟" کوشلیا نے اس طرح پوچھا کہ اس ایک جملے سے جیسے شانو جہ پر ڈیر بالڈ کی مہربانی کا اعتراف کر رہی ہو۔

"تم ہی بتاؤ کتنے ہو سکتے ہیں"۔۔۔ ڈیر بالڈ نے کوشلیا کی کمر میں ہاتھ ڈالکر اس کو اپنے سے قریب تر کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھلا میں یہ کیسے بتا سکتی ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ تم یقیناً ایک اچھے شوہر ہو گے اور ایک اچھے باپ بھی۔۔۔"

"میں بھی کچھ ایسا ہی سمجھتا ہوں لیکن میری بیوی اور میری بچی کوئی دو سال سے مجھ سے جدا ہیں۔ میری آمدنی سے ان کی گزر بسر کے لیے ایک حصہ کٹ جاتا ہے۔۔۔ میں اس کے علاوہ بھی انھیں کچھ بھیجتا ہوں۔ بچی ہائی اسکول

میں پڑھتی ہے اور بیوی ایک خانگی کالج میں پڑھاتی ہے۔"

"اتنی پڑھی لکھی ہے تمہاری بیوی؟"

"پڑھا لکھا تو اس دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔۔۔ سب جاہل ہیں اور سب ایک دوسرے پر فوقیت جتاتے ہیں۔ تمہیں وہ یاد نہیں آتے؟"

"آتے ہیں۔۔۔ بیتے ہوئے دنوں سے چمٹا ہوا رہ کر آدمی زیادہ سے زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتا سب کچھ بھول جانے میں عافیت ہے۔ ہم ہر یاد کا گلا گھونٹ کر تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی کی دلہن سے بار بار بیاہ کرتے ہیں۔"

"لیکن کیا ایسا کر کے تم مطمئن ہو جاتے ہو؟"

"یقیناً ہو جاتا ہوں۔۔۔ تم نے دیکھا نہیں میں ابھی ابھی، کچھ دیر پہلے مطمئن تھا۔۔۔ فیوزے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے سوچا تھا کہ باہر کی خنکی اور تمہارا ساتھ میرے نشے کو اوپر اٹھائیں گے لیکن تم نے بے وقت کی راگنی چھیڑ دی۔ اس سے اتنا تو ہو ہی گیا کہ میں نے تمہاری باتوں کا سنجیدگی سے جواب دے دیا۔ اور یہ سنجیدگی میرے نہ چاہنے کے باوجود تم نے مجھ پر مسلط کر دی۔ حالانکہ میں نے فیوزے میں اس بات کو کئی بار محسوس کیا تھا کہ تم بیٹھی بیٹھی کہیں کھو جاتی ہو۔۔۔ پھر کسی معمولی بات پر اس طرح قہقہہ لگاتی ہو جیسے کھل کر ہنسنا تمہاری فطرت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اس کے باوجود میں نے تمہیں ماضی کے ریگستانوں میں بھٹکنے نہیں دیا ہے
اور کھینچ کھینچ کر فیوزے میں لے آیا ہوں ـــــ اگر میں تم سے پوچھ بیٹھتا کہ
شانوجہ کا باپ کہاں ہے اور اس کے بعد تم سے پھر کچھ نہ پوچھتا تو بھی
تمہیں رات بھر رلانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے تمہارے پیارے لال کو پہلے
ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ شانوجہ سے متعلق کوئی سوال نہ کرے ـــــ اس لیے
کہ کسی عورت سے اس کے بچے سے متعلق جب کہ اس کے شوہر سے ہم متعارف
نہ ہوں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ـــــ یہ شرافت کا تقاضہ بھی
ہے اور اس عہد کے سچے عشق کا تقاضا بھی لیکن جب وہ جھیل پر تم سے
پہلی بار ملا تھا اس وقت سے وہ جاننا چاہتا تھا کہ شانوجہ کا باپ کہاں
ہے کون ہے ـــــ اس نے تمہارے متعلق ہنین سے تھوڑا بہت سُن رکھا
ہے۔ کہتا تھا تم انٹرپاس ہو۔ کالج کی زندگی سے ایک ہی جست میں تم نے
"فیوزے" اور "بروڈلے" کے فاصلے طے کر لیے ہیں۔ میں نے اس کو جھاڑ
دیا تھا ـــــ ڈر تھا کہ میری آج کی رات تمہارے جذبات کے ہاتھوں ماری
نہ جائے۔ اس لیے کہ جب عورت روتی ہے تو اس کے آنسو مرد کی جنسی
آگ پر پانی کا نہیں تیل کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ آگ جو تیل ڈالنے سے بھڑک
جاتی ہے جلد بجھ جاتی ہے اور مجھے تو اپنے لگائے ہوئے پیسے کی قیمت
زیادہ سے زیادہ اس ایک رات ہی میں تم سے وصول کر لینی تھی۔"

"اب بھی کیا گیا ہے، وہ تو تم وصول کر سکتے ہو ـــــ" کوشلیا نے بُرا
مانتے ہوئے وار کیا۔

"سگریٹ ہیں تمہارے پاس؟ ـــــ" پیارے لال نے ڈیر بالڈ سے
پوچھا جو لوٹ کر فیوزے کے احاطے کی بیرونی دیوار سے لگا شاید پیشاب
کر رہا تھا ـــــ جب وہ ڈیر بالڈ کی طرف بڑھا تو اس کو ڈیر بالڈ نے اپنی
پتلون کا آخری بٹن لگاتے دیکھا ـــــ جب وہ قریب آ گیا تو ڈیر بالڈ
نے کوشلیا سے کہا کہ وہ اس کی پتلون کی جیب سے سگریٹ کیس نکال کر پیارے
لال کو پیش کرے۔

کوشلیا نے اپنا ہاتھ اس کی پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے لمحہ بھر کو
کچھ اس طرح محسوس کیا جیسے وہ یقیناً ڈیر بالڈ کی خوبصورت بیوی ہے
جس کو وہ بہت چاہتا ہے۔ اور شانوجہ ـــــ شانوجہ ـــــ کوشلیا
کا جی چاہا کہ بھاگ کر کہیں چلی جائے ـــــ اور ڈیر بالڈ تعاقب کرنے
لگے تو چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتلائے کہ وہ ڈیر بالڈ کو جانتی ہے نہ شانوجہ
کو ـــــ شانوجہ میرا بچہ نہیں ہے ـــــ میں تو وہ عورت ہوں ـــــ وہ
عورت ہوں جسے لوگ جھیل کی پری کہتے ہیں اور کوئی بھی ایک معقول معاوضے
پر مجھے اپنے ساتھ ـــــ اپنے ساتھ۔

"کہاں پہنچ گئی ہو ـــــ" ڈیر بالڈ نے اس کو گدگدایا ـــــ "دیکھتی نہیں ہو

"نہیں جی یہ تو سراسر تم پر ظلم ہو گا۔" پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو کہ ہاں یہ شرط مجھے قبول ہے۔

لیکن کوشلیا کے سینے میں ایک برچھی سی لگی —— اس نے کلیجہ اس طرح تھام لیا جیسے سینے میں پیوست برچھی کو سنبھال رکھا ہو —— کوندے سے اس کے ذہن میں لپک گئے —— تم نے شانو جہ کو اٹھا کر کس چاؤ سے اپنے کندھے پر سلا لیا —— تم نے اپنا کوٹ اتار کر کس پیار سے اس کو اڑھا لیا —— تم نے اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوایا اور میں اپنے اطراف خوابوں کا ایک جال بن کر اس میں جا چھپی —— ایک رات صرف ایک رات میں اس جال میں رہنا چاہتی ہوں جو میں نے بُن لیا ہے —— اور تم —— تم مجھے پیارے لال کے پاس بطورِ تحفہ پیش کر رہے ہو —— گویا تم مجھے خرید بھی سکتے ہو اور جب چاہو کسی اور کی گود میں پھینک بھی سکتے ہو —— یہ حق تمہیں کس نے دیدیا ہے —— کس نے دیدیا ہے۔ ذہن میں کوندوں کی لپک ختم ہوئی تو کوشلیا نے جیسے ہوش میں آکر ڈیر بالڈ کو دیکھا —— اور وہ بم کی طرح پھٹ پڑی۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے دوسروں کے پاس پیش کرنے والے۔ میں کوئی مٹی کا کھلونا نہیں ہوں۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں، جس کے ساتھ چاہے سو سکتی ہوں جب ساتھ چاہے نہیں —— تم کوئی پیشہ ور دلال معلوم ہوتے ہو۔"

پیارے لال سگریٹ کیس لوٹا رہا ہے۔"

وہ چونکی، سگریٹ کیس لے کر اس نے ڈیر بالڈ کی جیب میں اس طرح رکھ دیا کہ دیر ہونے پر جیسے اس کا ہاتھ جھلس جائے گا۔

پیارے لال نے فضا میں سگریٹ کے دھوئیں کے دائرے پھینکتے ہوئے ظاہر کیا کہ وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا ہے حالانکہ وہ ضرور کچھ سوچ رہا تھا —— یکایک اس نے کہا —— "میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ رات ہی رات شہر لوٹ جاؤں، ایک ٹرک جانے والا ہے، ایک آدمی کی جگہ بھی ہے لیکن اس کو نکلنے میں ابھی دو گھنٹے ہیں۔ یہ دو گھنٹے جوں توں کر کے میں برودے میں کہیں گزار لوں گا۔"

"تمہیں یکایک یہ سب کچھ کیا سوجھا ہے" —— ڈیر بالڈ نے پیارے لال کے کندھے پر اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ دھرتے ہوئے پوچھا "کوشلیا کی رات بھر کی جدائی شاید تمہیں گوارہ نہیں۔ یا پھر میری رفاقت کھل رہی ہے گویا تم اچھے رقیب بننے کے اہل نہیں ہو۔"

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے" —— ڈیر بالڈ نے بڑی رکھائی سے کہا اور سگریٹ کا لمبا کش کھینچ کر دھواں ہوا میں پھینک دیا۔

"اچھا چلو آج رات کوشلیا میں تمہیں دے دیتا ہوں —— اب کہو کیا کہتے ہو"

کوشلیا بڑھی — اس نے شانوجہ کو ڈیر بالڈ کی گود سے چھین لینا چاہا۔ لیکن ڈیر بالڈ نے شانوجہ کو چمٹائے رکھا اور ایک لفظ کہے بغیر سڑک پر بردولے کی جانب چل پڑا۔

تینوں نے راستے میں کوئی بات نہیں کی — بردولے گیسٹ ہاؤس کے قریب پہنچے تو کوشلیا نے محسوس کیا کہ ڈیر بالڈ ہانپ رہا ہے شانوجہ کو اٹھا کر اتنی چڑھائی چڑھنے میں وہ یقیناً تھک گیا ہوگا۔ کوشلیا نے اپنے اطراف پھر جال سا بننا شروع کر دیا — اس کا جی چاہا کہ ڈیر بالڈ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اس کے گنجے سر کو سہلائے اور اس سے کہے کہ سو جاؤ کہ تم تھک گئے ہو۔

نیوزے سے بردولے گیسٹ ہاؤس کا راستہ طے کرتے وقت وہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال سے ہٹ کر الگ الگ چلتی رہی — یہاں تک کہ جب وہ درختوں کے اس جھنڈ کے قریب پہنچے تھے تو اسے رات زیادہ سیاہ اور مہیب نظر آ رہی تھی کیونکہ سڑک پر بجلی کے کھمبے کا بلب ٹوٹ گیا تھا اور اندھیرے بڑے گمبھیر ہو گئے تھے — گھنے درختوں کے نیچے سڑک بالکل چھپ گئی تھی۔ اور اوپر نگاہ اٹھانے سے آسمان پر تاروں کی کھیتی بالکل نظر ہی نہ آتی تھی۔ رات کو جب کبھی کسی مسافر کے ساتھ کوشلیا اس راستے سے گزرتی تھی تو اپنے ساتھی کے بالکل قریب ہو جاتی خواہ

راستے کا بلب جل ہی کیوں نہ رہا ہوتا اور وہ موٹر ہی میں کیوں نہ ہوتے — ان درختوں میں اُس کو کھائی کی اس دوشیزہ کی روح اپنے محبوب کے انتظار میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جس کی کہانیاں خوفناک کھائی سے وابستہ رہیں اور بردولے سے نیوزے تک جن کا چرچا ہے۔

ایک دولھا اپنی نئی نویلی دلہن کو سول میرج کر کے ہنی مون کے لیے بردولے ہاؤس لے آیا تھا۔ لڑکی اپنے میکے سے جتنا بن پڑا روپیہ اور زیور لے کر بھاگ آئی تھی۔ دس دن ساتھ رہنے کے بعد لڑکا زیور اور نقدی لے کر فرار ہو گیا۔ لڑکی کے پاس ہاتھ میں صرف ایک انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی بیچ کر تین روز تک وہ اپنے محبوب کے انتظار میں گزر بسر کرتی رہی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ دن اُس نے انتظار کیا — آنجہانی ٹھاکر بلرام سنگھ جو بردولے کا صدر چوکیدار تھا کہتا تھا کہ وہ بڑی پوتر لڑکی تھی۔ لڑکے کے چلے جانے کے بعد ٹھاکر اُس کو دن رات روتا ہوا دیکھ کر حیران رہتا تھا کہ آنکھیں اتنا جل، اتنا نیر کہاں سے لے آتی ہیں۔ اور جب یہ آنسو خشک ہوئے جب یہ نرمل جل سوکھا، تو لڑکی نے جیون نباہنے کی شکتی کھو دی — شام کو بھری شام کو، اُس نے اُس کو کھائی میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا، اُس کھائی میں جس میں جھانک کر دیکھنا بھی کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اور پھر اُس نے کوئی آواز تک نہیں سنی۔ یہ سب کچھ اُس کی نظروں کے سامنے اس قدر چُپ

چاپ ہو گیا کہ نہ کوئی چیخ اُبھری اور نہ شام کا جادو ٹوٹا۔ آنجہانی ٹھاکر
بلرام سنگھ کہتا تھا کہ "بیٹا کوشی" میں تو آج بھی اُس کی رُوح کو اُداس اُداس
برُودے کے احاطے میں گھومتا ہوا دیکھتا ہوں۔ درختوں کے اس جھنڈ میں سر
جھکائے کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ کھائی میں جست لگاتا ہوا دیکھتا ہوں۔

اور کوشلیا کو محسوس ہوا تھا کہ درختوں کی جھنڈ سے کوئی اُس کی طرف بڑھ
رہا ہے لیکن اُس نے نہ تو ڈیر بالڈ کا ہاتھ تھاما نہ اُس کے قریب ہی گئی ۔۔۔
پیارے لال تو خود ہی آگے آگے جا چکا تھا اور پھر اُس کی قربت کا تو کوئی سوال
ہی نہ تھا ۔۔۔ اس وقتی اُداسی نے کوشلیا کو باہمت بنا دیا تھا، اتنا باہمت کہ
وہ ڈیر بالڈ سے کچھ اور زیادہ پیچھے رہ جاتی تب بھی شاید نہ ڈرتی۔

فیوزے سے باہر نکلتے وقت کوشلیا نے دیکھا تھا کہ جھیل کے پیلے گلاب
ڈیر بالڈ نے اپنی قمیص کی جیب میں رکھ لیے تھے جواب یقیناً نوٹوں اور کاغذوں
کے نیچے دب کر مرجھا گئے ہوں گے۔

آج کی رات کے لیے جب ڈیر بالڈ نے پیارے لال سے اُس کو جیتا تھا تو
اپنا گلاب بھی پیارے لال نے ڈیر بالڈ کو یہ کہہ کر دے دیا تھا کہ اس کی پنکھڑیاں
نوچ کر بستر پر کوشلیا کے نیچے بچھا دینا ۔۔۔ اور کوشلیا سوچ رہی تھی کہ ٹھاکر
بلرام سنگھ جب تک زندہ تھا، برُودے کا یہ دستور بن گیا تھا کہ لوگ جھیل سے جو
پھول لے آتے وہ برُودے پہنچنے سے پہلے راستے میں اس خوفناک کھائی کی نذر

کر دیتے گویا کھائی کی دوشیزہ کے لیے یہ پھول محبت کا تحفہ ہوتے اور اس کے
بعد بلرام سنگھ مسافروں اور ٹورسٹوں کے جوڑوں سے کہا کرتا کہ آج رات اُن کے
لیے مسرتوں اور شادمانیوں کی رات ہو گی ۔۔۔ لیکن لوگ آہستہ آہستہ اب اس
دستور کو بھولتے جا رہے تھے ۔۔۔ آنے والے مسافروں کو کھائی کی دوشیزہ کی
آنکھوں دیکھی کہانی سنانے والا بلرام ٹھاکر جب سے سورگباشی ہوا تھا کھائی کی
داستان لوگوں کے ذہن سے محو ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن کوشلیا جب بھی کسی کے ساتھ
ہوتی وہ اُس کو یہ کہانی ضرور سناتی اور اُس کا ساتھی کھائی کی طرف پھول پھینک
دیتا جو کبھی کھائی میں کبھی قریب ہی اُوپر گر جاتے ۔۔۔ صبح کو اب بھی باسی پیلے
گلاب، کھائی کے دہانے پر دیکھے جاتے ہیں کبھی اُن کی تعداد بہت ہوتی تھی۔

کوشلیا کا جی چاہا کہ ڈیر بالڈ روک کر کہہ دے کہ جیب سے پھول
نکال کر سیدھے ہاتھ سے کھائی کی طرف جتنی قوت سے پھینک سکتے ہو
پھینک دو ۔۔۔ ورنہ آج کی رات ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کر
سکیں گے، کوئی شے ہمارے درمیان حائل ہو جائے گی ۔۔۔ لیکن اس نے
ڈیر بالڈ سے کچھ بھی نہ کہا حالانکہ آج تک جتنے مسافر آئے تھے ان کے
تعلق سے کبھی بھی کوشلیا کے دل میں وہ جذبہ نہ اُبھرا تھا جو آج ڈیر بالڈ
نے اس کے اندر بیدار کر دیا تھا اور جس کا نہ وہ صحیح تجزیہ کر پاتی تھی نہ کوئی
صحیح نام دے سکتی تھی۔

بروڈلے کے سب ہی کمرے بھرے ہوئے تھے۔ بعضوں کے دروازے بند تھے اور روشنیاں مدھم تھیں جو کھڑکیوں اور روشن دانوں سے چھن رہی تھیں ــــ ایک دو کمروں میں تیز روشنیاں اس بات کا ثبوت تھیں کہ ان میں لوگ یا تو تاش کھیل رہے ہیں یا پی رہے ہیں۔

پیارے لال پہلے ہی کمرہ نمبر ۳ پر پہنچ چکا تھا اور تالا کھول کر اندر بھی داخل ہوگیا تھا۔ باغ میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے بجلی کے قمقموں کی روشنیاں چھوٹے بڑے درختوں کے گھنے اور کم گھنے سایوں سے مل جل کر گنگا جمنی کا سا دلکش سماں پیش کر رہی تھیں ــــ فضا میں پراسراریت سی چھائی ہوئی تھی۔

"شانو" کو کمرے میں سلا دو" کوش" ــــ ڈیربالڈ نے پتھر کے لمبے اور ٹھنڈے صوفے کی پشت پر ہاتھ ٹیک کر کہا اور جب وہ شانوجہ کو اپنی گود میں لے چکی تو ڈیربالڈ نے اپنا کوٹ اس کو پھر اڑھا دیا۔

"اس کی اندرونی جیب میں جس پر زپ لگی ہے بہت سے پیسے ہیں ذرا احتیاط کرنا ــــ" ڈیربالڈ نے کوشلیا سے کہا تو وہ جاتی جاتی رک گئی۔

"تم اپنے پیسے نکال کیوں نہیں لیتے۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو ــــ زیادہ بکواس۔ مجھے نہیں سننا ہے۔"

کوشلیا نے منٹ بھر ڈیربالڈ کو گھور کر دیکھا ــــ اور سر جھکا کر شانوجہ

کو اٹھائے چپکے سے کمرے کی طرف چلی گئی۔

پیارے لال کمرے میں نہیں تھا ــــ وہ شاید لیوٹری میں ہوگا۔ کوشلیا کو اس کی غیر موجودگی اچھی لگی ــــ وہ ہوتا تو یقیناً مجھے تنہا پاکر کچھ نہ کچھ بات کرتا ــــ اور میں کسی سے بات کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں ــــ

اس نے جھٹ سے شانوجہ کو پلنگ پر سلا دیا۔ پائنتی پڑا ہوا لحاف کھول کر اڑھا دیا اور کوٹ کندھے پر ڈالتے ہوئے اندرونی جیب کو احتیاط سے چھو کر اس نے دیکھ لیا کہ زپ برابر لگی ہوئی ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

ڈیربالڈ ٹھنڈی پتھریلی بنچ کی پشت پر دونوں بازو پھیلائے ٹیک لگا کر بیٹھا ایک طرف کو گھور رہا تھا۔ اس کو خبر نہ ہوئی کہ کوشلیا اس کے اس قدر پاس آگئی ہے۔

"کوٹ پہن لو ــــ ٹھنڈی بنچ پر کب تک بیٹھے گے۔ اندر چلتے کیوں نہیں؟"

ڈیربالڈ چونک کر جیسے دور سے لوٹ آیا۔ مجھے تو گرمی لگ رہی ہے۔ تم پہن لو کوٹ۔ آؤ تمہیں پہنا دوں۔"

اس نے بیٹھے بیٹھے کوٹ کوشلیا سے لے کر کھول دیا ــــ کوشلیا نے بغیر کچھ کہے اس کی جانب پشت کرکے ہاتھ آستینوں میں ڈال دیے۔

"ایک کام ــــ" ڈیربالڈ نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "یہ چابیاں لے جاؤ۔ میرا سوٹ کیس کھول کر رم کا پائنٹ اس میں سے نکال لاؤ ــــ

دو گلاس بھی لیتی آنا۔ تم نے میرا سارا نشہ ہرن کر دیا ہے ـــــ آخر تم مجھے اپنا کیا سمجھنے لگی ہو ـــــ اور ہاں سنو۔ بلونت کو بھی بلا لانا اگر وہ آنا چاہے۔"

"تو ان کا نام بلونت ہے۔"

"تم نے پیارے لال کی بجائے "ان" کہہ کر اشارہ کیا ہے ـــــ تم اس غریب سے بے وجہ خفا ہو۔"

"میں کسی سے خفا نہیں ہوں ـــــ میں کون ہوتی ہوں خفا ہونے والی"

"کچھ نہ ہو کر بھی تم خفا ہو جاتی ہو ـــــ یہی تو تمہارا کمال ہے۔"

"کچھ بھی ہو اب میں کمرے میں نہیں جاؤں گی ـــــ وہ یقیناً مجھے تنہا پا کر مجھ سے بات کرے گا اور میں کسی سے ہنسی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر وہ اس وقت کہاں تھا جب تم گئی تھیں۔"

"وہ نہیں تھا۔ غالباً لیو یٹری میں ہو گا۔"

"مسافروں اور ٹورسٹوں کا دل بہلانا جب تمہارا پیشہ ہے تو تمہیں اس قدر زود رنج نہیں ہونا چاہیے۔"

"یہ میرا اپنا معاملہ ہے ـــــ ویسے میں اتنی زود رنج بھی نہیں ہوں لیکن میں کسی کی پاؤں کی جوتی بھی تو نہیں ہوں ـــــ اور پھر تم کیا مجھے اس لیے لے آئے ہو کہ میں تمہارا سوٹ کیس کھولوں، تمہارے لئے رم اور گلاس لاؤں۔ تمہیں پلاؤں۔ تمہارے پیسوں کی حفاظت کروں۔"

"یہ کام بہر حال نہ اتنا دقت طلب ہے نہ ہی اس میں تمہاری کوئی توہین ہوتی ہے ـــــ کیا برا ہے اگر تمہاری رات کا بڑا حصہ ایسے ہی کاموں میں گزر جائے۔"

"کیوں بھلا ـــــ تم مجھ پر کبھی اس قدر ترس کھاتے ہو۔ کبھی مجھے سرے سے عورت ہی نہیں سمجھتے تمہیں تو اس رقم کا حساب چکانا تھا جو تم نے بے دریغ لگائی ہے۔"

"وہ تو میں چکا ہی لوں گا ـــــ اپنا اپنا طور طریق ہے۔ اپنا اپنا انداز ـــــ تم سے تمہارا سراپا لئے بغیر، تمہارا جسم حاصل کیے بغیر بھی تو میں کچھ پا سکتا ہوں۔"

"کیا خاک پا سکتے ہو میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا" ـــــ اور کوشلیا نے بظاہر بیزاری سے لمبی جماہی لی۔

"پیو گی نا ـــــ"

"ہاں پی لوں گی"

"تو پھر میں خود لے آتا ہوں ـــــ اور ڈیر بالڈ اٹھ کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

کوشلیا پتھر کی بنچ پر اس طرح بیٹھ گئی جیسے اسی بنچ کا ایک حصہ ہو۔

ڈیر بالڈ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں رم کے پائنٹ کے ساتھ صرف ایک گلاس تھا اور اس نے دوسرا کوٹ پہن رکھا تھا۔

"دوسرا گلاس مجھے نہیں مل رہا ہے۔ تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو۔ ہم دونوں اسی گلاس میں پی لیں گے۔ شانوجہ سو رہا ہے اور بلونت نے بھی اپنے بستر پر لمبی تان لی ہے۔

ایک سانس میں اس نے بے ربط جملے کہہ دیئے تو کوشلیا ہنس پڑی۔

"بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔"

"ایسی اوٹ پٹانگ بھی تو نہیں ——— سارے جملوں میں بس وہی ایک جملہ فٹ نہیں ہوتا ہے جو تمہارے حسن کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ تم شاید یہ چاہتی تھیں کہ میں پانچوں بار یہی جملہ بولتا رہتا ——— تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں یقیناً بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں ———"

"تم کیا مجھ سے کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی ٹھان چکے ہو ———" کوشلیا نے جھلا کر کہا۔

ڈیر بالڈ ہنس پڑا ——— کوشلیا کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اس نے کہا۔

"غصے میں تمہارا حسن بہت تیکھا ہو جاتا ہے۔"

جب وہ سیدھا ہوا تو کوشلیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

ڈیر بالڈ اس سے بالکل لگ کر بیٹھ گیا ——— اور گلاس میں رم ڈالنے لگا۔

"سوڈا نہیں ملایا؟" کوشلیا نے پوچھا

"سوڈا نہیں ہے جس قدر گنجائش تھی بوتل میں پانی بھر دیا ہے۔ تم ہلکا سا گھونٹ لو یہ ابھی تلخ ہوگی۔ مجھے معاف کر دو کہ یہاں اس وقت تمہاری پیتی بیئر نہیں پیش کر سکتا۔"

کوئی بات نہیں اس وقت تو میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی پی سکتی ہوں۔"

"تم جانتی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" ———

"اچھی طرح جانتی ہوں"

"تم نے کسی مسافر سے ایسی بات نہیں کی ہوگی۔"

"قطعی نہیں کی ہے ——— میرا جسم سب کا سہی۔ میرا دل سب کا نہیں ہو سکتا۔"

"تو یہ دل اب میرا ہو گیا ہے"

"یہ میں نے کب کہا۔"

پھر تم زہر میرے ہی ہاتھ سے کیوں پیو ——— ہینسن کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو۔ اپنے پیارے لال کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو ——— اس بیرا کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو جو تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو۔"

"لاؤ ——— مجھے پریشان مت کرو ———" کوشلیا نے اس کا ہاتھ اپنی

گرفت میں لے لیا جس میں ڈیر بالڈ گلاس تھامے ہوئے تھا — ڈیر بالڈ نے اس کے ہونٹوں سے گلاس لگا دیا تو کوشلیا نے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لے لیے اور ڈیر بالڈ نے گلاس اس کے ہونٹوں سے ہٹا لیا ورنہ شاید وہ سارے کا سارا خالی کر دیتی۔

"تلخ ہے نا" — ڈیر بالڈ نے پوچھا۔

"ہاں بہت تلخ ہے — لیکن تم سے کم — اثر بہت اچھا ہے۔ تمہارے اثر کی طرح"

ڈیر بالڈ مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"بہت زیادہ گہری ہیں — اس جھیل سے زیادہ جس میں تم بجرہ لے کر ڈولتی رہتی ہو"

"ابھی تو تم جھانک رہے ہو — ڈوب کر دیکھو گے تب پتہ چلے گا تمہیں"

"ایک بار ڈوب جاؤں گا تو پھر ابھر سکوں گا؟"

"یہ تم جانو — میں صرف گہرائی سے آگاہ کیے دیتی ہوں۔"

"تو کیا تم ہر مسافر کو اس کی گہرائی سے آگاہ کیا کرتی ہو؟"

"بالکل نہیں — کوئی جھانک کر دیکھنے کی بھی تو زحمت نہیں کرتا۔ بھلا اس کو کیا خاک گہرائی سے ڈراؤں گی — وہ تو تم اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو سو تمہیں واقف کرا دیا —" اور وہ بھرپور انگڑائی لے کر ہنس پڑی۔

ڈیر بالڈ نے گلاس خالی کر دیا تو وہ کہنے لگی — "لاؤ — مجھے اور دو — اس کا حلق سے اترنا ہی مشکل ہے اور جب اتر جاتی ہے تو آدمی کے پر لگ جاتے ہیں۔"

"اور جب عورت کے پر لگ جاتے ہیں تو؟"

"عورت بہت خطرناک ہو جاتی ہے — یہی کہنا چاہتے تھے نا۔"

"وہ تو تم خود کہہ رہی ہو۔"

"اپنے دل کی بات دوسرے کی زبان سے سن کر تمہیں تسلی ہوئی ہو گی۔ ہے نا — لاؤ مجھے اور تھوڑی سی پلاؤ — تنگ نہ کرو۔"

ڈیر بالڈ نے اس کو اپنے بہت قریب کھینچ کر کہا — "دھیرج سے — آہستہ آہستہ اس ظالم کے ساتھ چلو — اتنی عجلت جاؤ گی تو اس خوبصورت سے جسم کا کیا ہو گا — تم کل ہی سے بیر چھوڑ کر رم کی ہو رہی ہو — بہت جلد باز ہو — پتہ نہیں اسی جلد بازی میں تم نے کتنوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے"

کوشلیا ڈیر بالڈ کے سینے پر سر تقریباً رکھ چکی تھی — اس نے سر ہٹا لینا چاہا تو ڈیر بالڈ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سینے سے لگا لیا۔

اس نے بالڈ کی گردن میں بانہیں ڈال کر اپنی طرف جھکایا — "تم یقین کرو میں نے کسی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر مسافر کے ساتھ قدم قدم ضرور چلتی ہوں — کوئی جی دار ہوتا ہے تو اس کے ساتھ سو پچاس قدم چل لیتی ہوں لیکن

پھر ہونا وہی ہے، جو میرا اور مجھ جیسی عورتوں کا مقدر ہے ۔۔۔ گھنے سائے پل بھر میں سمٹ جاتے ہیں۔ چاند کی کرنیں دھوپ پھینکتی ہیں، پھر آگ پھینکتی ہیں اور سب کچھ پل بھر میں جھلس جاتا ہے۔ نہ جھیل، نہ ہی فادر آف نہ ہی لیک، نہ ہی بجرہ، وہی میں اور وہی شانوجہ رہ جاتے ہیں۔ پھر میں ہر آنے والے کو پیلا گلاب دیا کرتی ہوں۔"

"تمہارے خیال میں تم میرے ساتھ کتنی دور تک آئی ہو؟"

"میں نے تمہارے ساتھ ابھی تک قدم بھی نہیں اٹھایا ہے۔ دوری کا کیا سوال ۔۔۔ تم اپنے تعلق سے اس قدر رجائی ہوتے ہوئے بھی گنجے ہو۔"

"گنجا ہو کر صرف جی ہی نہیں رہا ہوں بلکہ تم سے عشق لڑا رہا ہوں ۔۔۔ اور یہ رجائیت ہی ہے جو بال جانے کے باوجود آنکھ مارنے سے نہیں چوکتی ۔۔۔ ورنہ تم جیسی لڑکیاں جھنجھنا بنا کر بجاتیں اور ہوا میں پھینک کر بھول جاتی ہیں"

کوشلیا ہنس پڑی ۔۔۔ اُس نے اپنا چہرہ بالڈ کے کوٹ کے اندر چھپا لیا اور اپنی ناک سے اُس کے سینے اور پیٹ کے درمیان گدگدانے لگی۔

ڈیربالڈ نے موقع کو غنیمت جان کر شراب گلاس میں انڈیلی ۔۔۔ لیکن آواز سن کر کوشلیا نے کوٹ کے اندر سے چہرہ نکالا۔

"چور کہیں کے ۔۔۔ مجھے جُل دیتے ہو؟"

"چور نہیں ہوں ۔۔۔ چاہنے والا ہوں ۔۔۔ تیز پی رہی ہو۔ چوپٹ

ہو جاؤ گی۔ میں کہاں لاش کی طرح اُٹھائے اُٹھائے پھروں گا۔"

"پھینک دینا کہیں۔"

"یہی تو ممکن نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ کیا بات تھی ۔۔۔ پھینک جاتا۔"

"اچھا تھوڑی سی پلا دو" ۔۔۔ اور دونوں ہاتھوں سے گلاس مضبوطی سے پکڑ کر کوشلیا نے ڈیربالڈ کے ہاتھ اپنی طرف کھینچے جن کی گرفت گلاس پر پہلے ہی سے مضبوط تھی اور بہت کوشش کر کے اُس نے دو تین گھونٹ لے لیے۔

"تم سچ کس وقت بولتی ہو؟" ۔۔۔ ڈیربالڈ نے بچی ہوئی شراب پی کر اُس سے پوچھا۔

"اُس وقت جب مرد جھوٹ بولتے ہیں۔"

"اور جب مرد سچ بولتے ہیں؟"

"میں خاموش رہتی ہوں۔ سچائی کی تلاش میں دور دور تک بھٹکتی ہوں اور مایوس لوٹ آتی ہوں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں ۔۔۔ شانوجہ کے باپ کے ساتھ تم کتنی دور چل چکی ہو۔"

"میں آج بھی اُس کے ساتھ چل رہی ہوں ۔۔۔ سوتے جاگتے کئی کئی بار اُس کے ساتھ ہو جاتی ہوں ۔۔۔ پھر جھنجھوڑ کر خود کو بیدار کرتی ہوں ۔۔۔ اور بھاگ آتی ہوں اور تم مرد میری اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہو ۔۔۔ تم لوگ جان جاتے ہو کہ مجھ میں جو عورت چھپی ہوئی ہے وہ ابھی پوری طرح بیسوا نہیں

بن سکی ہے۔ میں خوابوں میں چلتی ہوں تو مجھے سکون بھی ملتا ہے اور جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں میں تلملا کر تڑپ کر بھی رہ جاتی ہوں' مگر اُف تک نہیں کر سکتی ــــ کسی کو کیا بتلا سکوں گی کہ خواب ٹوٹ گیا ہے ــــ بھلا کون سمجھے گا اور کسی کو کیا پڑی ہے کہ سمجھے بھی۔"

"تمھارا کوئی خواب ابھی ابھی ٹوٹا ہے؟"

"ہاں ــــ وہی خواب جو تم نے دکھایا تھا ــــ شانو جہ کو گود میں لے کر ــــ اُسے اپنا کوٹ اُڑھا کر ــــ اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوا کر ــــ پھر تم نے اس دنیا کو منٹ بھر میں برباد کر دیا جس کو میں نے عورت' بیوی اور ماں کے سارے جذبوں کا گارا بنا کر بنایا تھا اور آپ ہی آپ بسانے لگی تھی ــــ لیکن تم یا تو بہت پیارے ہو یا منجھے ہوئے کھلاڑی ہو ــــ برندے کی چڑھائی چڑھتے ہوئے تم ہانپنے لگے۔ شانو جہ کو اس کے باوجود احتیاط سے چمٹائے رکھا ــــ اپنا کوٹ اُس کو برابر اُڑھاتے رہے۔ پھر تم نے مجھ سے کہا۔ جیب میں بہت سے پیسے ہیں۔ احتیاط کرنا ــــ مجھے اس طرح ڈانٹا جیسے چوم رہے ہو ــــ اس طرح اپنا کوٹ مجھے پہنایا جیسے اپنا آپا نچھاور کر رہے ہو ــــ اور میں نے پھر خوابوں کی دنیا تعمیر کر لی ہے ــــ خوابوں کی اس دنیا میں بھی محبت جھوٹ کے منھ پر تھوک دینے کی حسرت لیے بیٹھی ہے لیکن جھوٹ اتنا خوبصورت ہے' اتنا حسین کہ پہچانا نہیں جاتا۔"

"تم پہچان کر بھی کیا کرو گی؟"

"مجھے کچھ کرنا نہیں ہے ــــ لیکن شانو جہ کو زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ میں چاہتی ہوں اُس کی خاطر ــــ میرے شانو جہ کی خاطر کوئی میرا ہاتھ پکڑے اور میں اُس کے ساتھ شانو کو لے کر اس ماحول سے بہت دُور نکل جاؤں ــــ اس زندگی سے بہت دُور نکل جاؤں' اتنا دُور کہ شانو بڑا ہو جائے تو یہ بات بھی اُسے معلوم نہ ہو کہ اُس کی ماں نے جو کچھ دولت اُس کی تعلیم و تربیت کے لیے جمع کی ہے وہ اس طرح جمع کی گئی ہے جس طرح میں کرتی رہی ہوں۔"

"میرے ساتھ چل سکو گی؟"

"مجھ سے نہیں اپنے آپ سے پوچھو ــــ اپنے دل سے پوچھو کہ وہ مجھے کتنی دُور لے جا سکے گا۔"

"اور اگر میں تم سے کہہ دوں کہ تم سچائی سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی رہی ہو۔"

"کہہ سکتے ہو ــــ یقیناً اس راستے پر میں اپنی مرضی سے چل پڑی تھی ــــ لیکن اب پاؤں شل ہو گئے ہیں ــــ"

"سوال یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ تم نے یہ راستہ چنا ہی کیوں؟"

"چُنا نہیں ہے ــــ شانو جہ کا باپ مجھے ان راستوں پر بھٹکتا ہوا چھوڑ گیا ہے۔ بجرے والا کاکا جانتا ہے' جھیل جانتی ہے۔ چاندنی راتیں جانتی ہیں' وہ بجرہ

جانتا ہے، جس بجرے میں شانو جبر کا دل ایک ماں کی کوکھ میں پہلی بار دھڑکا تھا۔"

"ہینسن بھی جانتا ہوگا۔"

"ہینسن کچھ نہیں جانتا، اُس کا قیوزے بھی نہیں، برونو لے بھی نہیں
— ہاں ایک اور چیز جو آج نہیں تو کل جان لے گی اور وہ ہے وہی خوفناک
کھائی جس میں گلاب پھینک دینے کے لیے میں تم سے التجا بھی نہ کر سکی —
لیکن اُٹھو ڈیر، اب چلو بھی میرے ساتھ۔ ہم اس بلندی ہی سے اپنے گلاب
کھائی میں پھینک دیتے ہیں۔"

"کیا ہوگا اس سے؟"

"کچھ نہیں ہوگا — لیکن آدمی کو جھوٹی تسلی بھی کہاں ملتی ہے —
یہ بھی کیا کم ہے کہ تم کھائی میں گلاب پھینکنے کے لیے راضی تو ہو گئے — تم نے
میرے لیے اتنا تو کیا۔ تم سرابوں کے قائل نہیں ہو — زندگی لق و دق ہو تو
سراب ہی سب کچھ ہو جاتے ہیں۔

"لیکن بلونت کا پھول میں کھائی میں نہیں پھینکوں گا — اُس نے کہا تھا
کہ پنکھڑیاں نوچ کر تمھارے نیچے بچھا دوں۔"

"وہ تم کر لینا — بیچارے پیارے لال کی حسرتیں بھی پوری ہو جائیں۔"

"لیکن میں اپنے اور بلونت کے پھول میں تمیز کیسے کر سکوں گا — ہو سکتا
ہے کہ میں بلونت کا پھول کھائی میں پھینک دوں اور اپنا پھول نوچ کر تمھارے

نیچے بچھا دوں۔"

پھینکتے وقت ہم دونوں جس پھول کو چھو لیں گے ہمارا پھول وہی ہوگا —
اس کے بعد مجھ میں یہ احساس مکمل ہو جائے گا کہ میں رات بھر کے لیے تمہاری
مجبوری ہوں، بیوی ہوں۔"

ڈیر بالڈ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"پگلی کہیں کی —" اس نے پیار سے کوش کے گال کو چوم کر کہا۔

"پگلی نہ ہوتی تو اس زندگی سے نباہ کرنا کوئی آسان کام تھا۔"

"تم عورتیں خود اس راستے پر چلتی ہو — اشاروں سے مردوں
کو نچاتی ہو — ہر وہ چیز حاصل کرتی ہو جو تمھاری مرضی ہے، تمھاری خواہش
ہے یا پھر تمہاری ضرورت ہے اور پھر خود کو مظلوم بنا کر ہم مردوں کے سامنے
پیش کرتی ہو کہ ہم اپنے ظلم کا تماشہ دیکھیں اور تہمت اپنے سر اوڑھ لیں۔"

"تم اس طرح دل شکنی پر کیوں اُتر آئے ہو — آخر تم چاہتے کیا ہو؟"
کوشلیا نے بگڑ کر سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈیر بالڈ نے اُس کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا — "تمہیں خفا کرنا چاہتا
ہوں۔ غصے میں تمہارا بپھرا ہوا حُسن دیکھنا چاہتا ہوں اور اسی عالم میں تمہیں
چومنا چاہتا ہوں — جی چاہتا ہے کہ تم کوئی ایسی ناقابلِ تسخیر چیز بن
جاؤ جسے حاصل کرنے کے لیے مجھے طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑے — ہوشیاری

اور مکاری دکھانی پڑے ـــــ اُس وقت جب تم غیض و غضب کے عالم میں اپنے نازک ہاتھوں سے میرا گریبان پکڑ کر اُس کی دھجیاں کرنا چاہو، میں تمہارے کپڑے اُتارنے کی کوشش کروں۔"

"یہ کیسی خواہش ہے؟"

"پتہ نہیں ـــــ میں خود نہیں جانتا کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ یہ شاید کسی ایسے مرد کی خواہش ہے جو پیسے کے بل بوتے پر تمھیں اور تمہاری بہنوں کو حاصل کرتا رہا ہے ـــــ وہ چیز جو حاصل ہوتی رہے پھر اُس میں رہ ہی کیا جاتا ہے۔"

"تم بیک وقت کتنے نرم اور کتنے سخت ہو۔"

"میری بیوی بھی یہی کہتی ہے ـــــ لیکن تمہارے قبیلے کی عورتیں مجھے ظالم سمجھتی ہیں اور دوسروں کی بیویاں مجھے نیک اور نرم۔"

یکایک وہ اُچھل کر ڈیربالڈ کی آغوش سے جُدا ہوئی اور تڑپ کر اُٹھ کھڑی ہوئی، وحشیانہ آنکھوں سے اُس نے ڈیربالڈ کو دیکھا اور قریب قریب چلّا کر کہا۔

"سُنو ـــــ سُنو" وہ شانوجہ کی آواز ہے۔ یقیناً یہ میرا شانوجہ ہے۔ ـــــ میں نے اُس کی یہ آواز پہلے بھی سُنی ہے"۔ اور وہ ایک لمحہ انتظار کیے بغیر دیوار وار کمرے کی طرف بھاگنے لگی۔ اُس کے بیر اُس کے ڈھلکے ہوئے

آنچل میں اُلجھ گئے ـــــ اُس کی لمبی لمبی ناگنوں کی طرح لہراتی زلفیں بل کھا کھا کر کھیلتی رہیں۔ پھر کچھ سنبھل کر وہ اور بھی تیز دوڑنے لگی۔

ڈیربالڈ حیران تھا۔

لمحہ بھر کو اُس نے سوچا کوشیا کوئی نیم پاگل لڑکی تو نہیں ہے اور کسی مصیبت میں تو نہیں گرفتار ہو رہا ہے؟

لیکن لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بلکہ قریب قریب دوڑتا ہوا جب وہ کوشیا کے قریب پہنچا تو وہ اپنے کمرے کے دروازے پر، جو اندر سے بند تھا ٹکرا رہی تھی۔ پہلے اُس نے دروازہ خوب پیٹا پھر اُس بائیں اور سیدھے بازو پر اپنا بوجھ لے کر خود کو دروازے سے ٹکرایا ـــــ چٹخنی کسی خرابی کی وجہ سے خود بخود کھُل گئی ـــــ دروازے کے پٹ اُس وقت آواز دے کر کھُلے جب وہ پوری قوت سے دروازے سے ٹکرائی تھی ـــــ کوشلیا کمرے میں جا گری۔

شانوجہ کا نیکر بھی نیچے پڑا ہوا تھا اور وہ پیارے لال کے بستر پر ننگا پڑا کراہ رہا تھا۔

کوشلیا کی آنکھوں میں زمانے بھر کی وحشت جیسے پناہ لینے کے لیے چلی آئی تھیں۔ اُس کی آنکھیں گھائل ہرنی کی طرح وحشیانہ تھیں ـــــ اُس نے پھیلی پھیلی آنکھوں سے بلونت کو دیکھا جو جلدی جلدی پتلون پہن رہا تھا ـــــ وہ خجت

لگا کر اُٹھی اور بلونت پر جھپٹی۔ اُس نے تابڑ توڑ دو چار مکّے اور تھپّڑ بھی اُسے جڑ دیے۔

ڈیر بالڈ نے بیچ بچاؤ کیا ـــــ وہ کوشلیا کو اپنی بانہوں میں کس لیتا اور وہ پھر بپھر کر نکل جاتی ـــــ آخرش ڈیر بالڈ نے بلونت کو کمرے کے باہر ڈھکیل دیا اور دروازہ بند کر کے کوشلیا کے کپڑے اُتارنے کی کوشش کرنے لگا جس سے کوشلیا غصّہ کے عالم میں بے خبر تھی۔

افواہیں گرم تھیں کہ شانوجہ برہن بستی ہی کے کسی گھر میں چُھپا ہوا ہے۔ فیروز کے بینسن کے ملازم یعنی فیروزے کے اُس بیرے نے جو کوشلیا کو حسرت سے آج بھی تکا کرتا ہے یہ بتلایا کہ خاتون کی ٹولی کے اسّی سالہ صدر کے چالیس سالہ سب سے چھوٹے بیٹے نے شانوجہ کو رکھ لیا ہے جس کا شہر میں گتہ داری کا دھندا ہے۔ کوشلیا کی ہمدردی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فیروزے کا یہ بیرا بینسن سے دو روز کی چھٹی لے کر برہن بستی کو جا رہا تھا ـــــ اُس نے بینسن کو چھٹی لینے کی وجہ بھی نہیں بتلائی تھی۔ لمبی مدّت کے لیے چھٹی لے کر وہ بیوی بچوں میں کچھ ہی دن پہلے ہو آیا تھا اس لیے اُمید نہ تھی کہ بینسن بغیر تنخواہ وضع کیے مزید دو روز کی اُس کو چھوڑ دے گا۔ اُس نے اچھی خاصی اداکاری کی ـــــ اُس نے شہر سے

تار منگوانے کا انتظام کر لیا۔ تار آیا تو وہ فیروزے ہی میں کاؤنٹر پر بینسن کے سامنے کھڑا تھا۔ بینسن ہی نے تار وصول کیا اور اُس کی طرف بڑھایا تو بہت فکر مند ہو کر اس نے کہا کہ آپ ہی پڑھ دیجیے ـــــ لکھا تھا۔

"ماں مر گئی ہے ـــــ فوراً چلے آؤ۔"

بینسن نے کچھ سوچ کر کہا۔

"تمہاری ماں کی حالت بہت خراب ہے۔ بچنے کی اُمید کم ہے تمھیں بلایا ہے۔"

صمصام دین جو فیروزے کے گاہکوں کے لیے صرف بیرا تھا اور بینسن کے لیے 'یم سن' کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑا رہا پھر دو آنسو اُس کے گالوں تک آ پہنچے۔ پھر اُن کے پیچھے اور آنسو ڈھلک آنے میں کامیاب ہوئے اور پھر وہ باقاعدہ رونے لگا۔ گاہکوں میں سے ایک نے جو قریب ہی کی میز پر بیٹھا 'ٹوتھ پک' سے دانتوں میں پھنسا ہوا گوشت نکال رہا تھا ہاتھ کے اشارے سے بینسن سے بیرا کے رونے کی وجہ پوچھی۔

"یم سن کی ماں مر گئی ہے بیچاری۔"

صمصام دین چونکا ـــ "مر گئی ہے؟ ـــ سچ بتاؤ زندہ ہے یا مر گئی؟ ـــ ابھی تو آپ نے بتایا تھا کہ اُس کی حالت بہت خراب ہے ـــ تار میں کیا لکھا ہے؟ ـــ کیا لکھا ہے تار میں ـــ؟ اور صمصام دین اسی جگہ

پھُوٹ کر رونے لگا۔

"صبر کرو سیمسن، صبر کرو ۔۔۔ اور جاؤ پہلی بس پکڑ لو۔"

بینسن نے اُس کے کندھے کو دبا کر کہا اور کاؤنٹر کی دراز کھول کر دس دس کے دو نوٹ نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دیے ۔۔۔ کہنے لگا۔

"رکھ لو ۔۔۔ کام آئیں گے ۔۔۔ میں ہر ماہ تنخواہ میں سے کچھ کاٹ لیا کروں گا۔"

"شکریہ سر ۔۔۔" صمصام دین نے اپنی آنکھوں کی چمک کو چھپاتے ہوئے کہا جو وہ دو نوٹ دیکھ کر بھٹکے ہوئے جگنو کی طرح اُس کی آنکھوں میں چلی آئی تھی ۔۔۔ اُس نے بے دلی سے نوٹ پتلون کی پچھلی جیب میں رکھ لیے۔

جب وہ جھیل کے کنارے، پھوس کے جھونپڑے میں کوشلیا سے ملنے کو آیا تھا تو اُس کو دُور سے آتا ہوا دیکھ کر ہی اُس کے استقبال کے لیے کوشلیا باہر نکل آئی تھی۔

صمصام دین بہت ہمدرد آدمی ہے ۔۔۔ کوشلیا ادھر کچھ دنوں سے سوچ رہی تھی اور وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے بلکہ دل ہی دل میں مجھے چاہتا ہے ۔۔۔ غریب ہے اور خالی جیب لے کر چونکہ مجھ تک پہنچ نہیں سکتا، میرے دکھ درد میں حصّہ بٹاتا ہے تاکہ محبت اور ہمدردی دے کر مجھے اپنی طرف ملتفت کر سکے اور میں اُس کی اس کمزوری اور ناداری سے پوری طرح لطف اُٹھا رہی ہوں۔

اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور جھونپڑے سے باہر نکل آئی۔ صمصام دین قریب پہنچ گیا تو وہ مُسکرانے لگی اور یہ بھُول گئی کہ اُس نے ابھی ابھی ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"چھُٹی مل گئی صمصام؟" کوشلیا نے بڑے پیار سے پُوچھا۔

"ہاں مل گئی ہے ۔۔۔" صمصام نے جو کچھ دیر پہلے فیوزرے ہاؤز کے کاؤنٹر پر کھڑا سسکیاں لے رہا تھا، بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔

"بھلا بینسن کیسے راضی ہو گیا صم؟"

صمصام دین کوشلیا کی چھاتیوں کو تک رہا تھا جو کُرتے اور محرم میں چھُپی ہوئی تھیں لیکن جن پر آنچل پڑا ہوا نہ تھا۔

اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کوشلیا نے شریر نظروں سے صمصام دین کو دیکھا ۔۔۔ صمصام دین جوش میں آیا اور شرما کر نظریں جھکا لیں تو کوشلیا نے پھر پوچھا ۔۔۔

"بھلا بینسن کیسے راضی ہو گیا صم؟"

صم، صم، صم ۔۔۔ اس مختصر نام میں کتنی دلکشی ہے۔ کوشلیا نے پہلے بھی صم ہی کہا تھا لیکن صمصام دین وہ چیزیں دیکھ رہا تھا جو اب کوشلیا کے دونوں ہاتھوں کی صلیب کے نیچے چھپی ہوئی تھیں اور اس چاہت سے پُکارے جانے کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی۔ اب اُس کو کوشلیا کی زبان سے صم بہت پیارا

لگا ــــ اُس کا جی چاہا کہ وہ بھی اُس کو پُکارے ــ کوش ــ جیسے بہت سارے گاہک نیوزے میں اُس کے ساتھ پی کر اُس کو پُکارتے رہے ہیں اور صمصام دین کھڑا پلٹ پلٹ کر ہمیشہ دیکھتا رہا ہے کہ روپیہ کوشلیا کو منٹ بھر میں کس طرح کوش بنا کر رکھ دیتا ہے۔

"تم کہاں ہو ــ سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟"

صمصام دین اس طرح چونکا جیسے بڑی رات کو نیوزے میں اُونگھتے وقت گاہکوں کی گھنٹی کے تسلسل پر چونک پڑتا ہے۔ ــــ اور وہ بچوں کی طرح باچھیں کھول کر ہنسنے لگا۔

"کچھ بتاؤ بھی صم!"

صم بصم بصم ــــ اس صم نے تو صمصام دین کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ لیکن اب کی بار اُس نے اپنے اوپر قابو رکھا۔

"میں نے شہر کے ایک دوست کو چٹھی لکھی تھی کہ وہ تار کے ذریعہ میری ماں کے مرنے کی اطلاع دے، سو اُس نے دے دی۔"

"ہائے اللہ ــ ماں سُنے گی تو کیا کہے گی صم!"

پھر صم ــــ

صمصام دین کوشلیا کو اس طرح تکنے لگا جیسے بچہ دوکان میں دھرے ہوئے کھلونے کو تکتا ہے۔

"ماں تو اُسی وقت مر گئی تھی جب میں پیدا ہوا تھا" ــــ صمصام دین نے انکشاف کیا۔ پھر میں ماں کو کئی بار جلا کر مارتا رہا ہوں ــــ اسکول میں بھی میں نے کئی بار اُس کو مار دیا تھا۔ لیکن وہ میری مدد کرنے کو پھر زندہ ہو گئی تو آج مار دیا۔"

کوشلیا کو یوں لگا جیسے سب بچے ماؤں کو اسی طرح مارتے ہیں اور شانوجہ تو اُس کو تڑپا تڑپا کر مارنے کے درپے ہے۔

"خرچ کے لیے یہ رکھو" ــــ بند مٹھی صمصام دین کی طرف بڑھاتے ہوئے کوشلیا نے کہا تھا۔

"میرے شانوجہ کو کسی طرح لے کر آؤ صم۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی!"

لیکن صمصام دین نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کوشلیا کا ہاتھ روک دیا اور کہا ــــ

"پیسے میرے پاس ہیں اور میں یہ سب کچھ پیسوں کے لیے نہیں کر رہا ہوں ــ!"

"میں جانتی ہوں ــــ سب کچھ جانتی ہوں۔"

صمصام دین کی آنکھوں کی پُتلیاں پھیل گئیں ــــ "تم جانتی ہو تم سب کچھ جانتی ہو ــــ کیا جانتی ہو تم؟" ــــ اور وہ شانوجہ کی

تلاش میں برہن بستی کے لیے روانہ ہو گیا۔ تب بھی ہر ہر قدم پر اُس کے کانوں میں کوئی کہہ رہا تھا۔

"میں جاتی ہوں صم۔"

اور دو روز کے بعد آج جب وہ واپس آیا تھا تو اُس نے بڑے ہی رازدارانہ طور پر کوشلیا کو بتلایا تھا کہ شانوجہ کو اسّی سالہ خانوں کے صدر کے چالیس سالہ بیٹے نے رکھ لیا ہے اور شانوجہ اب زنانے کپڑے پہنتا ہے، ساری باندھتا ہے اور چوڑیاں بھی اُس نے پہن رکھی ہیں۔ وہ لپ اسٹک بھی لگاتا ہے — یہاں تک کہ — سینے پر کچھ اُبھار سا پیدا کر کے اُس نے — اُس نے پستان بھی بنا لیے ہیں۔"

آخری جملہ جلدی سے کہہ چکا تو صمصام دین پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ ایک تو کوشلیا کا قرب — اتنا قرب کہ وہ اُس سے بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا، اتنا آہستہ کہ سوائے کوشلیا کے کوئی نہیں سُن سکتا تھا اور پھر باتیں بھی ایسی کہ — لیکن صمصام دین نے جب کوشلیا کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور اُس کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوئی تھی۔

صمصام بھی خاموش رہا اور دیر تک زمین پر اُنگلی سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا۔

کوشلیا نے جب خود کو کچھ سنبھالا تو اُس نے صمصام سے دریافت کیا کہ

کیا وہ شانوجہ سے مل سکتا ہے۔

صمصام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ شانوجہ سے ملنا بہت مشکل ہے — گھر پر جو نوکر چاکر ہیں اُن میں سے بہت سوں کو ابھی اس کا علم بھی نہیں ہے کہ شانوجہ کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو صرف اس حد تک جانتے ہیں کہ خان ایک چھیا اُٹھا لایا ہے جو اس کے چند روز کے لیے تفریحاً یہاں آئی ہے اور پھر شہر چلی جائے گی — اور وہ کوئی بھی ہو، بہر حال ان کی مالکن ہے اور سب کے سب اس نئی مالکن کے اشارے پر دوڑتے ہیں۔

کچھ رُک کر وہ پھر کہنے لگا — "میں صرف ایک بار شانوجہ کو دیکھنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ اُس نے مجھ کو دیکھا نہیں اور میں دیکھ کر بھی اُس کو پہچان نہ سکا — پہرے دار نے مجھ کو چھپا لیا تھا کیونکہ رات ہوٹل میں بہت سا پیسہ میں نے اُس پر خرچ کیا تھا — اُس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ یہی وہ لڑکی ہے جو آج کل مالک کی منظور نظر ہے — اشاروں سے اُٹھاتی اور بٹھاتی ہے اور مالک اُس کو خوش کر کے بہت خوش ہوتا ہے۔

— چھوٹا خان، سُرخ و سفید عظیم شحیم آدمی ہے — شانوں تک بال ہیں، جو بہت سلیقے سے کٹے ہوئے ہیں — شانوجہ اُس کے پہلو میں بہت قریب ہو کر موڑھے میں بیٹھ گیا تھا اور وہ بڑی محبت سے اُس سے کچھ پوچھ رہا تھا — وہ بہت ہی خوبصورت نظر آ رہا تھا — میں نے اُس کو

فرق ہے ـــــ وہ خود چلا آئے بھی تو وہ لے گی بھی نہیں ـــــ اچھی اولاد نصیبوں سے ہوتی ہے۔ شانوجہ کیسی بھرپور جوانی نکال رہا تھا ـ مردوں کی طرح اُس کے اطوار خراب بھی ہوتے تو وہ سہہ لیتی لیکن شانوجہ نے تو اُس کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ ابھی نا امید نہیں ہوئی تھی وہ سمجھتی تھی کہ شانوجہ عمر کی ایک منزل میں پہنچ کر سنبھل جائے گا ـــ جب وہ پھوٹ پھاٹ کر جوان ہوگا تو وہ اُس کے چوڑے چکلے سینے پر سر رکھ کر بلک بلک کر روئے گی ـــ "تم میرے بڑھاپے کا سہارا ہو شانو۔ تم میرے سفید بالوں کی آبرو ہو ـــ لیکن شانوجہ تو ساری پہنتا ہے ـــ لپ اسٹک لگاتا ہے۔ اُس کی کلائیوں میں چوڑیاں چھن چھناتی ہیں ـــ اُس کا سینہ جس پر سر رکھ کر رو لینے کی حسرت ہے اُس پر شانوجہ نے مصنوعی گولیاں سجا رکھی ہیں ـــ اب میں یہ سر کہاں لے جاؤں جو میرے دوش پر بار ہوگیا ہے ـــ بھگوان جو کچھ میں نے سُنا ہے سب جھوٹ ہو ـــ یہ سب غلط ہو"۔

اُس نے مری ہوئی آواز میں کہا ـــ

"وہ شانوجہ ہوتا تو تم ضرور پہچان لیتے صم ـــ وہ میرا شانوجہ نہیں ہوگا۔ نہیں ہوگا وہ میرا شانوجہ"۔

"میں اُس کا پتہ لگاؤں گا کوشی۔"

بجرے والے بوڑھے کاکا نے کوشلیا کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے تسلی دی۔

پھر دیکھنے کی کوشش کی کہ پہچان سکوں۔ ایک جھپک پھر اُس وقت دیکھی جب موٹر روانہ ہوا لیکن میں اُسے پہچان نہ سکا ـــ اُس کے پاس وہ سب کچھ تھا جو ایک نوجوان لڑکی کی پہچان ہے ـــ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ شانوجہ ہے اس لیے کہ میرا دوست مجھے غلط اطلاع نہیں دے سکتا۔

اس قضیہ کو پولیس کے حوالے کرنے میں کوشلیا کو پس و پیش تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پھر یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہے گی اور دنیا جان لے گی کہ شانوجہ اس حد تک خراب ہو چکا ہے۔ ہمینس تو طعنوں اور کچوکوں سے میرا کلیجہ چھلنی کر دے گا۔ پہلے ہی شانوجہ نے کون سی کسر اُٹھا رکھی ہے جو اب دوسرے لوگ پوری کریں ـــ وہ سسک سسک کر رہ جاتی اور شام ہوتے ہوتے اُس کی اُداسیاں ہی اُس کے چہرے کا غازہ بن جاتیں اور جھیل پر بجرے میں سیر کرنے والوں کی پذیرائی کے لیے تیار ہونے سے وہ گریز کرتی اس کے باوجود بھی کاکا کا اصرار کرتا رہتا۔

شانوجہ سے اُس کو جدا ہوئے چھ دن ہو چکے تھے ـــ وہ اس کو دیکھنے کے لیے ترس رہی تھی۔ تنہا بیٹھے بیٹھے بسا اوقات اُس نے شانوجہ کے خلاف بھی سوچا تھا۔ کئی بار اُس نے ارادہ بھی کیا تھا کہ وہ شانوجہ سے اب بالکل بے تعلق ہو جائے گی ـــ ایسی اولاد کی زندگی اور موت میں کیا

— تم رو رو کر ہلکان ہو رہی ہو نا — تم نے شانو جہ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا — وہ ابھی نادان ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو بھی غنیمت جانو اور وہ لوٹ آئے گا مجھے یقین ہے۔ مجھے وشواس ہے کوشی — جھیل پر ڈولتے ہوئے بجرے کی قسم میں اُسے لے آؤں گا۔"

صمصام بیٹا اس راز کو اپنے سینے میں چھپا رکھنا۔"

صمصام نے بیوقوفوں کی طرح کاکا کے چہرے کو تکتے ہوئے سر ہلایا۔

کوشلیا نے آنچل سے آنکھیں خشک کر کے نظریں اُٹھائیں تو جھیل کے سینے پر ڈولتے ہوئے کنول اُس کو اپنے ہی آنسو سے دمکتے نظر آئے۔

آج شانو کے لیے روتے ہوئے جانے اپنے آنسوؤں کی نسبت اپنا پاکیزہ تصوّر اُس کے ذہن میں کس طرح اُبھر سکا ورنہ اُس نے کبھی بھی اپنے آنسوؤں کو اہمیت نہیں دی تھی۔

ماں تیرے آنسو دلدل میں گرتے ہیں تو بھی کنول بن جاتے ہیں — اُس نے خود ہی سوچا۔

کوشلیا چاہتی ہے کہ وہ افواہیں جو شانو جہ کی نسبت جھیل، فیروزے اور بروولے گیسٹ ہاؤس کے مثلث میں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب کی سب غلط ثابت ہوں۔ فیروزک بینسن کو وہ ان افواہوں کے پھیلانے کا ذمہ دار گردانتی تھی — وہ یہ بھی جانتی تھی کہ شانو جہ کی تباہی اور بربادی کی

داستانیں بینسن نمک مرچ لگا کر جانے پہچانے لوگوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اُنھیں یقین دلاتا ہے کہ صرف کوشلیا کی وجہ سے شانو جہ ان راستوں پر چل پڑا ہے، جو لڑکوں کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتے — وہ کہتا ہے کہ کل شانو جہ کوشلیا کی آمدنی میں اضافے کا باعث بن جائے گا اور آج جو باتیں ڈھکے چھپے ہو رہی ہیں کل کھلے بندوں ہوں گی۔ لونڈے کے کمانے کے یہی دن ہیں اور لونڈا ہے بھی ظالم — بینسن نے یہ تک کہہ دیا تھا کہ شانو جہ کہاں ہے، کوشلیا سب کچھ جانتی ہے۔ کسی موٹے آسامی نے شانو جہ کو رکھ لیا ہے۔ کوشلیا نے یقیناً معقول معاوضہ لیا ہو گا — ہاں ہو تو ایسی ہو، وہ بلا تکلف اور بلا کسی جھجک کے پورے یقین کے ساتھ کہتا — ماں ہو تو ایسی ہو کہ نو مہینے جس اولاد کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا اُس کی نسبت دعائیں مانگتی رہی کہ خوبصورت سی بچی ہو تاکہ اس کے پیشے کو آگے بڑھا سکے۔ لیکن جب بچہ ہوا تو دھن کی پکی کوشلیا نے اس کو بھی اسی ڈگر پر ڈال دیا۔

بینسن کی باتیں سوچ سوچ کر کوشلیا کا کلیجہ چھلنی ہو جاتا۔ وہ چاہتی تھی کہ شانو جہ پروان چڑھے۔ اچھا سا نوجوان نکلے جس پر وہ فخر کر سکے — کوشلیا کی اس تمنا کے پیچھے ماتا بھی تھی اور فیروزک بینسن کو دنیا کے سامنے دروغ گو ٹھہرانے کا جذبہ بھی — فیروزک بینسن کوشلیا کے لیے ایک مستقل آزار بن گیا تھا۔ وہ شانو جہ کا تصور کرتی تو فیروزک بینسن کا چہرہ بھی ساتھ

اُس کے ذہن میں اُبھرتا ہے — وہ دل تھام کر رہ جاتی — شانو جب تم اچھے بن جاؤ۔ تم ایسے بن جاؤ شانو جب کہ میں سینہ تان کر فیوزک ہمینس سے کہہ سکوں کہ دیکھو یہ میرا بیٹا ہے — اس کی کڑیل جوانی دیکھو۔ اس کا چوڑا چکلا سینہ دیکھو۔ اس کے بازوؤں کا بل دیکھو اور میرے خلاف دنیا بھر میں بک بک کرنا چھوڑ دو۔ لیکن شانو جب سُنا ہے کہ تم نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لی ہیں — سینے پر ایسی گولیاں اُبھار لی ہیں جنھیں دیکھ کر کوئی ماں رو بھی نہیں سکتی — کاش تو پیدا نہ ہوتا شانو — یا پھر مر جاتا — مر جاتا — مر ہی جاتا اور کوشلیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دوسرے دن کاکا روانہ ہونے لگا تو رہن بستی میں خان کے گھر کا پتہ صمصام دین نے اُس کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ جاتے جاتے صمصام دین سے کاکا نے کہا کہ اُس کے لوٹنے تک وہ کوشلیا کا ذرا خیال رکھے — ہفتے کو بہرحال لوٹ آؤں گا — وہ کہنے لگا کیونکہ اتوار کی صبح سے ہی بجرے کے شوقین مسافروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھوس کے جھونپڑے کی چھت پر اُس نے ٹین کا بورڈ نکالا جس پر لکھا تھا۔

"بجرہ مرمت طلب ہے۔"

اور نسبتاً باریک خط میں نیچے لکھا تھا:

"ہم کل آپ کے منتظر رہیں گے۔"

جھاڑ پونچھ کر اُس نے اس بورڈ کو لوہے کی اُس صلیب پر اکر دے فٹ کیا جو جھیل کے چمن کے چھوٹے سے گیٹ کے برابر گڑی تھی — پھر وہ تھکے تھکے قدم اُٹھاتا جھونپڑے میں چلا گیا۔

کھاٹ کے نیچے سے اُس نے ایک اور تختی نکالی اور پاس پڑے ہوئے میلے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر اُس کو صاف کیا — حروف واضح ہو گئے تھے۔ لکھا تھا:—

"آج چمن میں داخلہ ممنوع ہے" — اُس نے اس تختی کو صمصام دین کے حوالے کر کے کہا کہ چمن کے گیٹ پر کسی سُتلی یا تار سے باندھ دے۔

کاکا روانہ ہوا تو کوشلیا نے محسوس کیا جیسے جھیل کا پانی بجرے سے سر ٹکرا کر رو رہا ہے حالانکہ ہر چیز بدستور جوں کی توں تھی — جھیل اپنی گہرائیوں کو سمیٹے بالکل خاموش تھی اور اُس کے سینے پر ڈولنے والا بجرا یوں ٹھہرا ہوا تھا جیسے جھیل کا پانی برف بن گیا ہو — کوشلیا کی آنکھوں میں بھی آنسو کی ایک بوند نہیں تھی — واقعی کوئی چیز رو رہی تھی تو وہ شاید کوشلیا کا دل تھا جس کا پرتو وہ سارے ماحول میں دیکھ رہی تھی — پیلے گلاب اپنی شاخوں پر جھوم رہے تھے اور اُن کی پنکھڑیوں پر چمکنے والے اوس کے موتی سورج کی کرنوں نے ایک ایک کر کے پی لیے تھے۔ دُور دھوپ پھیل گئی تھی اور پہاڑی کے دامن سے چرواہے کی بانسری کی صدا ہوا کے دوش پر سوار ہو کر "داخلہ ممنوع ہے"

کی تختی کی پروا کیے بغیر چمن میں آ رہی تھی اور پُرسکون جھیل کے سینے پر تیر کر لہروں میں تبدیل ہو رہی تھی ۔۔۔ روتے رہنے سے کوشلیا کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں اور پپوٹے سُوج گئے تھے لیکن اُس کی صباحت اور ملاحت کچھ اور نکھر آئی تھی ۔۔۔ تین روز سے اُس نے نہ شام کو سنگھار کیا تھا، نہ بجرے پر آنے والے مسافروں اور دوستوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے مُسکراتے ہوئے گلاب کے تختوں تک گئی تھی ۔۔۔ آنے والے مسافروں میں کسی جان پہچان والے نے کوشلیا کو پوچھا بھی تو کاکا نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے، بس، کل پرسوں میں آجائے گی۔

آج جب کاکا خود جا رہا تھا تو وہ سوچ رہی تھی کہ آنے والے مسافروں کی یورش سے بچنے کے لیے گیٹ پر تالا ڈال دینا چاہیے ۔۔۔ تار پر پھیلی ہوئی لال لال پھُولوں کی ہری ہری باڑھ کے احاطے کے بیچوں بیچ لوہے کی سلاخوں کے تین فیٹ اونچے چھوٹے سے گیٹ پر کوشلیا نے اندر ہی کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھا کر تالا ڈال لیا اور موڑ پر نظروں سے اوجھل ہونے تک کاکا اور صمصام دین کو دیکھتی رہی ۔۔۔ صمصام دین کچھ اور دُور چل کر اس موڑ پر کاکا سے جُدا ہو گیا جو فیوز سے لیک ول کی طرف تھا۔

تنہائی کا اتنا شدید احساس آج تک کوشلیا کو نہیں ہوا تھا۔ پیلے پیلے کھِلے ہوئے گلاب اور کھِلی ہوئی کلیاں جو اُس کی رُوح کو فرحت بخشتی تھیں

آج وہ بھی اُس کی اُداسی کو ہوا دے رہی تھیں ۔۔۔ بجرے کے قریب قازوں کا جوڑا چہل کرنے اور غوطے لگا لگا کر نہانے میں مگن تھا ۔۔۔ اوپر منڈلاتی ہوئی چیل کو دیکھ کر کاکا کے مرغ "شیر دل" نے عجیب سی آواز ابھی ابھی گلے سے نکالی تھی جو اس خطرے کی گھنٹی تھی کہ چیل اُوپر منڈلا رہی ہے ۔۔۔ شیر دل کی آواز سُن کر بھک سفید "مکھنیا" بے تاب ہو اُٹھی تھی اور ننھے ننھے چوزے روئی کے گالوں کی طرح لڑھک کر اُس کے پیروں میں سمٹ آئے تھے اور "مکھنیا" سب کو سمیٹے زمین سے جیسے گوند لگا کر چپک گئی تھی ۔۔۔ شیر دل گردن گھما گھما کر خطرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس بار کوشلیا کو شانوجہ اور اُس کا باپ دونوں ہی بے اختیار یاد آئے ۔۔۔ وہ سوچنے لگی کہ باپ کا سایہ بچوں کے لیے کس حد تک ضروری ہوتا ہے لیکن جیسے مکھنیا نے اُس سے کہا کہ ماں کی آغوش اُس سے زیادہ ضروری ہوتی ہے ۔۔۔ دیکھو نا ۔۔۔ دیکھو میں نے کیسے سب کو پروں میں چھُپا کر رکھا۔

کوشلیا نے اس کے بعد سپر ڈال دی ۔۔۔ وہ شانوجہ کے بے وفا باپ پر شانوجہ کی تباہی کی ساری ذمہ داری سونپ کر خود کو جھوٹی تسلی دینے کے درپے تھی کہ تو بے قصور ہے۔ کوشلیا تو مظلوم ہے۔ بے سہارا ہے ۔۔۔ لیکن اس خود فریبی کو جب وہ تادیر قائم نہ رکھ تو فیوزک ہنس جیسے آس پاس سے اس کے کانوں میں چلانے لگا ۔۔۔ "تم ہو ۔۔۔ شانوجہ کی تباہی کا

کا باعث تم ہو کوشی۔"

شانوجہ پہلی بار جس حادثے سے دوچار ہوا تھا وہ اُسی کٹیا میں تو ہوا تھا — تم اور مہاراکا کا بجرے میں مسافروں کو سیر کرانے میں مگن تھے۔ تم نے نہیں سوچا ہوگا کہ انسان درندہ ہو سکتا ہے۔ لیکن تم نے بہرحال یہ تو سوچا ہوتا کہ شانوجہ کٹیا میں اکیلا ہے۔ اُس کا بچپن کٹیا میں اکیلا ہے، اُس کی معصومیت کٹیا میں اکیلی ہے جس کو تمھاری ممتا کی ضرورت ہے لیکن تمھاری ممتا تو اس مرد کے قدموں میں پڑی بلک رہی ہے جس نے تمھیں کنواری لڑکی سے عورت بنایا — تمھاری گود شانوجہ سے بھری اور پھر ایسے ہی کسی مرد نے شانوجہ کے معصوم بچپن کو اپنی جنسی ہوسناک درندگی سے شکار کر کے ایسے ہی کنوئیں میں پھینک دیا کہ آج اُس کی آواز کے لیے ترس رہی ہو۔

شانوجہ کا باپ مجرم ہے کوشلیا۔

لیکن تم اُس سے بڑی مجرم ہو — تم راستے کے کانٹوں کو بھول کر اپنے ڈیر بالڈ کے لیے۔ رودلے گسٹ ہاؤس کی پتھریلی بنچ پر پھولوں کی جو سیج بچھا رہی تھیں اُس سیج نے تم سے تمھاری ممتا چھین لی تھی — تم شانوجہ کو پیارے لال کے ساتھ کمرے میں اکیلا چھوڑ کر بھول گئی تھیں — اور یہ کہ تمھیں شانوجہ پر گزرا ہوا کٹیا کا وہ اولین حادثہ بھی یاد نہ آیا جس

نے تمھارے ذہن کو اتنے جھٹکے دیے تھے کہ تم پاگل ہو سکتی تھیں۔ شانوجہ کے پیار نے ہی تمھیں متوازن بنایا اور تم نے بڑی ہمت سے اُس کی دیکھ بھال کا بیڑا اٹھایا — لیکن اُس وقت جب تم ڈیر بالڈ کے سہارے اپنی گرہست زندگی کی تمناؤں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اتنا دور نکل گئی تھیں کہ شانوجہ کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی بھی تم نے زحمت نہیں کی۔ حالانکہ ان خواہشوں اور ان تمناؤں کے پیچھے تم ہی نے بتایا تھا کہ شانوجہ کا مستقبل چھپا ہے، لیکن — لیکن شاید ایسا نہیں تھا — تم اُس وقت ایک ایسی لُٹی ہوئی عورت تھیں جو بازار میں لائے جانے کے بعد بھی یہ سوچتی ہے کہ کوئی خریدار اُسے گھر کی زینت بنائے گا — لیکن تم ایک ایسے خریدار کے ہاتھوں بکیں جس نے تمھیں پھر بازار ہی میں سجا دیا اور ماں بننے کے باوجود تم اپنے اس وجود کی تکمیل نہ کر سکیں جسے ایک چھوٹا سا گھر چاہیے تھا بچوں کی ایک قطار چاہیے تھی اور تمھارا شام کو گھر لوٹنے والا شوہر۔

سوچو کوشلیا، جھیل، فیوزے اور رودلے گسٹ ہاؤس کے اس مثلث میں تم اپنے کتنے ہی چاہنے والوں کے ساتھ، اُن کی ہمدردیوں کے سہارے قدم ملا کر چل پڑی ہو اُس عورت کو اپنے وجود میں چھپائے ہوئے جو کسی چاہنے والے بچوں کی ماں ہو کر رہنا چاہتی ہے۔

تم نے یہ تک نہ سوچا کہ تمھاری زندگی میں داخل ہونے والے کتنے ایسے

لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اپنی مہینے بھر کی کمائی ایک ہی رات میں تم پر صرف کر دی ہو گی اور تمھارے آگے اس طرح سینہ تانا ہو گا کہ اُن کا روزانہ کا خرچ یہی ہے ـــــ کتنے ایسے ہوں گے جنھوں نے باپ کی جائداد بیچ دی ہو گی یا بھائی کا حصّہ غصب کر لیا ہو گا۔ یا بیوی کے زیور رہن رکھ دیے ہوں گے یا چوری کی ہو گی۔ لیکن تم آنکھیں بند کیے ہر ظاہری چمک کے پیچھے بھاگتی رہیں ـــــ جھیل، فیروزے اور برونزے گسٹ ہاؤس کے اسی مثلث میں کہیں صمصام دین بھی تو تمھارا منتظر رہا ہے ـــــ کتنی ہی مدت تک اُس نے شادی نہیں کی شاید تم اُس کا ہاتھ تھام لو لیکن تم نے ان اندھیروں کے باوجود جن میں شانوجہ کے باپ نے تمھاری آنکھوں کو خیرہ کر کے دھکیل دیا تھا کسی جگنو کی چمک نہیں دیکھی ـــــ تم جگنو کی چمک سے راستہ متعین کرنے کا کام لینے کی اہل ہی نہیں رہی تھیں۔ تم تو پھر روشنیوں کے پیچھے بھاگ رہی تھیں جو آنکھوں کو چندھیا کر اندھیرے میں پھینک دیتی ہیں۔

تمھاری نظروں میں صمصام دین ایک ادنیٰ بیرا تھا ـــــ جب تمھیں اس کا علم ہوا کہ صمصام دین تمھیں بیاہنا چاہتا ہے تو کسی مذہب کی دیوار تمھارے سامنے کھڑی ہوئی نہ تھی بلکہ تم نے سب کچھ لٹا کر بھی خود کو اتنا اونچا اُٹھا لیا تھا کہ صمصام دین اپنے پنجوں پر کھڑا ہو کر بھی تمھارے پیروں کو چھو نہ سکا اور تم نے ایسے قہقہے لگائے کہ اُن کی گونج سارے میں سنائی دینے لگی صمصام دین

تضحیک کے اس زہر کو پی کر کچھ اس طرح سکڑا اور سمٹ گیا کہ اُس کی کڑیل اور تنومند جوانی صرف فیروزے کا ایک بیرا ہو کر رہ گئی جو تمھیں ہر آنے والے کی بانہوں میں جھولتا ہوا دیکھ کر بھی تمھارے احکام کی تکمیل میں بھاگا بھاگا پھرتا رہا اس لیے کہ یہ اُس کا فرض تھا۔ وہ فیروزے کا بیرا تھا ـــــ بزنس کا ملازم جسے میز پر ٹپ دے کر بھی تم اُسے ذلیل کرنے کے لیے اس طرح ہنسا کرتی تھیں جیسے اُس کے ذہنی دیوالیہ پن پر ترس کھا رہی ہو کہ اُس نے کبھی تمھاری تمنا کی تھی۔

کوشش ہٹ دھرمی چھوڑ دو ـــــ مان لو ـــــ مان بھی لو کہ آج شانوجہ کا مستقبل مختلف ہوتا اگر تم صمصام دین کی ہو کر رہ سکتیں۔ تمھاری زندگی میں یکے بعد دیگرے آنے والے مردوں کے انبوہ میں صمصام دین اسی لیے تو سب سے مختلف تھا کہ وہ کبھی قوتِ خرید رکھنے کے باوجود تمھیں رات بھر کے لیے خرید نہ سکتا تھا۔ اس مجبوری کے لیے اُس کے دل میں تمھاری محبت کا کوئی ایسا جذبہ پنہاں تھا کہ وہ تمھیں بازار میں بکتا ہوا دیکھ کر بھی یہ سوچتا تھا کہ تم اُس کے گھر کا حُسن ہو۔ اُس کے گھر کی زندگی ہو اور وہ رات، جب تمھارا اُس کا ساتھ ہو گا تو پھر اس رات کی کوئی ایسی سحر نہ ہو گی جو تمھیں اُس سے جُدا کرے۔ صمصام دین نے اپنے اسی تصوراتی پاکبازی کے نتیجے میں تمھیں کھو دیا ہے۔ شراب خانے میں مصلّے بچھا کر نماز پڑھنا تمھی بتاؤ کوئی دانش مندی ہے؟

۔۔۔؟ تم تو نہ تھیں کہ رام مندر کو صرف اس لیے پُوجا کو جایا کرتی تھیں کہ مہنت کا نوجوان لڑکا تم پر اس درجہ فریفتہ ہو گیا تھا کہ تمھارے اُس کے میل کو روکنا بھگوان کا بھی روگ نہیں رہا تھا ۔۔۔ وہ تو مہنت کی دوش پر جنم جنم کی عبادتوں کی گٹھڑی تھی اُس کے بوجھ کے نیچے تم دب گئیں ۔۔۔ یا پھر بھگوان اور بھگوان کی آنکھوں کے بھاؤ کا فرق جاننے والی اُس کی نظر میں تھیں کہ اُس نے فوری بھانپ لیا اور پھر تم کبھی رام مندر کا رُخ نہ کر سکیں اس لیے کہ تمھیں قتل کر دیے جانے کی دھمکی دی گئی تھی ۔۔۔ تم نے مگر جو کچھ کیا تھا بہت ہی سمجھ داری سے کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ جھیل کے یہ پیلے پھول تو تم بھگوان کے چرنوں میں چڑھا سکیں۔ لیکن جھک کر وہ پھول اُٹھا بھی نہ سکیں جو مہنت کے نوجوان لڑکے نے تمھارے چرنوں میں چڑھائے تھے۔ یہ تو قسمت کی بات ہے کوشلیا کہ تمھاری بنی نہیں ۔۔۔ لیکن صمصام دین بجائے اس کے کہ تمھارا ہاتھ پکڑ کر رات بھر کے لیے تم سے سودا کر لیتا تمھاری پُوجا کرنے لگا ۔۔۔ جس راستے سے وہ تم تک پہنچ رہا تھا وہ اتنا طویل تھا کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو گئیں ۔۔۔ ہاتھ بڑھا کر جس شے کو حاصل کیا جا سکتا ہے اُس پر للچائی ہوئی نظریں ڈال کر رہ جانا دانشمندی نہ سہی، بزدلی بھی نہیں ہے ۔۔۔ صمصام دین بیچارا تو مصلّے اوڑھ کر چلا تھا اور جس وقت اس نے یہ مصلّے بچھایا ہے اُس وقت تک قبلہ اپنا رُخ بدل چکا تھا۔"

گیٹ کے لوہے کی سلاخوں کے ذریعہ پٹ ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹھن ٹھنا رہے تھے۔ یقیناً کوئی گیٹ پر تھا جو اُسے اس لیے پیٹ رہا تھا کہ کوئی اندر ہو تو توجہ کر سکے۔

اندھے ہیں ۔۔۔ کوشلیا نے دل ہی دل میں کہا ۔۔۔ گیٹ پر پڑا ہوا تالا بھی نظر نہیں آتا ۔۔۔ اپنے اطراف بُنے ہوئے خیالوں کے جال سے نکل کر وہ پلنگ سے نیچے اُتری اور جھانک کر دیکھا تو کوئی نوجوان جوڑا جو نیا بیاہا معلوم ہوتا تھا گیٹ کو پیٹ رہا تھا ۔۔۔ واقعی ایک دوسرے کے نشے میں بدمست ہیں۔ بیچارے کہ اتنا بڑا قفل نہیں نظر آتا ۔۔۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ نوجوان عورت نے مرد کو ہنس کر کچھ بتلایا ۔۔۔ پھر دونوں لوٹنے لگے تو مرد نے عورت کو قریب کر لیا۔ اس منظر نے کوشلیا کے ذہن پر کوئی خاص نقش نہیں چھوڑا ۔۔۔ وہ سوچ سوچ کر شاید اب تھک گئی تھی ۔۔۔ اُس کو بھوک محسوس ہو رہی تھی ۔۔۔ سر درد کر رہا تھا ۔۔۔ اپنے ہی دل کی دھڑکن کنپٹی کے راستے کانوں کے پردوں پر دستک دے رہی تھی ۔۔۔ وہ سوچنے لگی کہ صمصام دین کے متعلق اتنی دیر تک سوچ کر اُس نے وقت ضایع کیا ہے ۔۔۔ شاید وجہ کی جدائی میں اب وہ اس حد تک گر گئی ہے کہ صمصام دین کے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچنے لگی ہے ۔۔۔ اب اُس کو ایک عجیب سی جھلاہٹ ہونے لگی ۔۔۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے فضاؤں میں بلندی پر اُڑتا ہوا پرندہ

یکا یک زخمی ہو کر زمین پر آ رہا اور جھاڑیوں میں پھنسا چیخ رہا ہے ـــــ مرنا ہو تو اونچی بلندیوں پر مر جاؤ کوشش کرو فضا کی وسعتوں میں بیجان ہونے کے بعد پتہ بھی نہ چلے کہ جسم کہاں گرا ہے ـــــ اب تم صمصام دین کے بارے میں سوچو گی ؟ ـــــ وہ عورت جس نے سیدھے منہ ہیلین سے بات نہیں کی وہ بھلا اُس کے تیمسن کے لیے سوچے گی ـــــ گرا وٹ پر اس قدر تاسف ہوا تو وہ خود کو کمزور سی نظر آنے لگی اور بھوک نے آخرش اس کے ذہن کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ۔

چھینکے پر ٹنگی ہوئی ہانڈی کو اُس نے اتار کر دیکھا تو اُبلے ہوئے چاولوں کے ساتھ کوڑی میں تھوڑا سا سالن بھی رکھا تھا ـــــ اُسے یاد آیا کہ صبح کو اُس نے کچھ پکایا ہی نہیں ـــــ کاکا ہی نے ناشتہ بنا لیا تھا ـــــ اور یہاں سے جانے تک کئی بار وہ اُس سے کہہ چکا تھا کہ وہ کچھ کھا پی لے ـــــ وہ کھانے پر جٹ گئی ـــــ ٹھنڈے چاولوں اور سرد سالن میں جس پر گھی جم گیا تھا اُسے بہت مزا آیا ـــــ دانہ دانہ پونچھ کر اُس نے کھا لیا ۔ کھانے سے پہلے اُس کے دل میں شراب کی خواہش پیدا ہوئی تھی ـــــ ٹھنڈی ٹھنڈی بیر کے لیے اُس کا جی للچایا تھا لیکن جب وہ گلاس بھر کر پانی پی چکی تو بیر کی خواہش اُس کے ذہن سے بالکل محو ہو گئی تھی ۔

ہاتھ منہ دھو کر تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ پونچھ رہی تھی تو اس کی آنکھیں ٹکٹکی لگائے خالی خالی نظروں سے جھیل کی شفاف سطح کو گھور رہی تھیں ۔ پانی کی سطح جس طرح پُرسکون تھی اُس کی آنکھیں بھی کم و بیش ایسی ہی تھیں ـــــ اپنے اطراف سے بے نیاز وہ بلا کچھ سوچے پھوس کے جھونپڑے میں چلنے لگی ـــــ کھاٹ پر لگے ہوئے بستر نے ایک ذرا ستانے کو اُکسایا تو وہ بستر پر لیٹ گئی ۔

میں شانوجہ کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں ـــــ اُس نے چار دنوں میں پہلی بار سوچا ـــــ شانوجہ کے لیے اس دل میں جگہ تو زندگی بھر رہے گی ۔ دل میں جگہ تو کتنوں ہی کے لیے ہے لیکن ساتھ کسی نے نہیں دیا ـــــ اُس نے محسوس کیا کہ آنکھیں خشک ہو گئی ہیں تو ماتا بھی تھک ہار گئی ہے ـــــ میں جنم جنم کس کس کے لیے روتی رہوں گی ـــــ اور اُس کی آنکھیں مُندنے لگیں اور پھر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ نیند کی آغوش میں بے سُدھ ہو چکی تھی ۔

سوتے جاگتے اس نے ایک آدھ بار شانوجہ کو کبھی خواب تصور میں دیکھا بھی لیکن بیداری اور خواب کی سرحدیں ایک دوسرے سے مل چکی تھیں ـــــ وہ گہری نیند سو جاتی پھر نیم خوابی کے عالم میں کروٹ بدل لیتی اور پھر دنیا سے بے نیاز ہو جاتی ـــــ اُس کی عین پوری طرح اُس وقت ٹوٹی جب اُس نے خواب میں دیکھا کہ شانوجہ خوبصورت سی دلہن بنا اپنے دولہا کے گھر جا رہا ہے ـــــ پھر بارات کے لوگوں نے چلانا شروع کیا ـــــ دلہن لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے ـــــ یہ تو مرد ہے ـــــ مرد ہے یہ ۔ اور جب اُس کی آنکھیں اُس

کے ذہن کے ساتھ بیدار ہو رہی تھیں تو اُس نے دیکھا کہ شانوجہ کا باپ کھائی کے منھ پر رکھا اپلے گلاب اُس میں پھینک رہا ہے۔ پھر وہ آنکھیں مل کر پلک جھپکانے لگی ـــــ پھوس کی چھت سے اُس کی نظریں ٹکرائیں ـــــ اُس نے کروٹ لی۔ اُس کا بدن ٹوٹ رہا تھا اور کاکا اُس کی طرف پُشت کیے ہوئے اسٹوو کو پمپ کر رہا جس کی آواز وہ سُن رہی تھی۔ پھر اسٹوو پر نیلے اور ہرے رنگ کا شعلہ تھرک رہا تھا اور کاکا نے اٹھ کر کیتلی اسٹوو پر رکھ دی تھی۔

"کب آئے ہو؟" کوشلیا نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"دیر ہوئی" ـــــ کاکا نے اُس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

"کس طرح آسکے ہو؟"

"گیٹ پھلانگ کر"

"کیا کر سکے کاکا؟"

"کچھ نہ کر سکا" اُس نے نظریں جھکائے ہوئے کہا جیسے قصوروار ہو۔ ـــــ وہ اب برہن بستی چھوڑ چکا ہے لیکن آج ہی رات کے کسی حصے میں یہاں آجائے گا۔ بردوے گسٹ ہاؤس کا کوئی کمرہ پٹھانوں کے سردار نے اپنے لیے محفوظ کر رکھا ہے ـــــ وہ رات اسی کے ساتھ ٹھہرے گا ـــــ صمصام دین نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے ـــــ میں نے شانوجہ کو دیکھا ہے ـــــ تم

بھی دیکھو گی تو پہچان نہ سکو گی ـــــ میں نے اُس سے ملنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن خانوں کے سردار نے مجھے اجازت نہیں دی اور نہ شانوجہ ہی اس پر راضی ہوا ـــــ زنانے لباس میں وہ بالکل تمھاری طرح لگتا ہے ـــــ مجھے تو اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آگئی ہو لیکن منٹ بھر میں میری غلط فہمی دور ہو چکی تھی۔

کیتلی میں چائے کی پتی ڈال کر کاکا نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور کوشلیا کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا دیا کہ جس وقت وہ لوٹا ہے یہ خط اُسے گیٹ کے اندر احاطے میں پڑا ہوا ملا ـــــ ساتھ ہی کاکا نے کوشلیا کے آگے تجویز پیش کی کہ گیٹ کے پاس ایک لیٹر بکس لگا دینا چاہیے ورنہ ڈاکیہ کتنے ہی خطوط اس طرح ضایع کرے گا ـــــ کاکا نے کچھ اس بھولپن سے یہ بات کی کہ کوشلیا زیرِ لب مسکرائے بغیر نہ رہ سکی ـــــ وہ جانتی تھی کہ لے دے کر اُس کے پاس دو ہی آدمیوں کے خطوط آتے ہیں۔ ایک ڈیربالڈ کے دوسرے پنڈت پرشانہ کے جو اُس کے بچپن میں اُس کا اتالیق تھا اور جو آج بھی اپنا دُکھ درد لکھ کر اُس سے پیسے منگواتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی کوشلیا کے نام اُلٹے سیدھے ناموں سے ایسے خطوط بھی آتے جن میں اُس سے عشق جتایا جاتا یا پھر فحش مذاق کیا جاتا۔

کوشلیا نے خط کی تحریر پر نظر ڈالی اور پہچان گئی کہ یہ ڈیربالڈ کا خط

ہے ـــــ لکھا تھا:۔

'دشمنِ ہوش، میری کوشی ـــــ پیار

چوتھے دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــ اس چکر میں بھی تمھارے لیے
ٹرانسسٹر نہ لا سکوں گا۔ وہ دوست ہی غائب ہے جو اسمگل کرتا تھا۔ لیکن
ایک ایسی چیز لا رہا ہوں جو تم خوش ہو جاؤ گی۔ اُس دن بلا شرکتِ غیرے میری
رہو گی ـــــ کسی سے کوئی اینگیج منٹ نہ کر بیٹھنا ـــــ شانوجہ سے متعلق تمھارا
خط پڑھ کر بڑا دُکھ ہوا۔ تم بہرحال ماں ہو ـــــ صبر کرو ـــــ تمھارے اس دکھ
کے ساتھ میرے ذہن میں تمھارے پیارے لال کا چہرہ بھی اُبھر آیا ہے جسے
تم "رڈش ڈیر" بھی کہتی تھیں ـــــ ایک بار راستے میں ملا تھا ـــــ پھول
کر جنگل بھینسا ہو گیا ہے ـــــ کہہ رہا تھا کہ شہر کے کسی بڑے گتّہ دار
کے ساتھ مل کر کاروبار کر رہا ہے ـــــ اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ کوئی چار
بار بردوے گسٹ ہاؤس جا چکا ہے ـــــ فیوزے میں پی ہے۔ بردوے میں ٹھہرا
ہے اور تمھیں یہ جان کر دُکھ ہوگا کوش کہ وہ شانوجہ سے ملتا رہا ہے ـــــ حیرت
ہے کہ تم نے ایک بار بھی اُسے نہیں دیکھا ـــــ کہنے لگا کہ ایک دن خسر اور
داماد مل کر چلیں گے ـــــ یعنی وہ اور میں۔ میں پہلے تو اُس کی یہ بات سمجھ نہ سکا
اور مجھے اُس کا مذاق چونکہ کھل گیا تھا اس لیے ذرا ترشی سے وضاحت چاہی
ـــــ بڑے ہی اطمینان سے اُس نے کہا کہ ـــــ تم شانوجہ کے باپ ہوتے ہوتا

اس لیے کہ شانوجہ کی ماں سے تمھارا یارانہ ہے اور جب شانوجہ سے میرے
تعلقات ہیں تو کیا میں تمھارا داماد نہیں ہوا؟ ـــــ عجیب پاجی آدمی ہے۔
ـــــ کیسا گربۂ مسکین سا دکھائی دیتا ہے ـــــ کہتا تھا ساس صاحبہ کو سلام لکھنا
شانوجہ کے حُسن کی تعریفیں اس طرح کرتا ہے کہ تم سُنو گی تو شرما جاؤ گی
خیر چھوڑو بھی تم اپنی صحت کا خیال رکھو ـــــ کڑھنے اور برباد ہونے سے
کیا ملے گا بھلا ـــــ یہی نا کہ وقت سے پہلے بوڑھی ہو جاؤ گی ـــــ زندگی کے
ایک ایک سانس کو جھوٹی سچی مسرتیں بٹورنے کے لیے وقف کر دو ـــــ شانوجہ
اب اتنا آگے جا چکا ہے کہ تم اُس کو اب واپس نہیں لا سکتیں ـــــ ہاں شہر
میں ایک بار تمھارا فیوزک بینسن بھی ملا تھا ـــــ ویسے جب سے اُس نے گاڑی
خریدی ہے کبھی کبھی ہفتے کے روز اس سے علیک سلیک ہو ہی جاتی ہے۔
ـــــ پرسوں ملا تو بطورِ خاص گاڑی روک لی۔ فیوزے کے لیے بہت سامان
لے جا رہا تھا ـــــ کہنے لگا یہ سب آپ ہی لوگوں کے لیے ہے۔ بہت دنوں
سے آپ نے ادھر کا رُخ نہیں کیا ـــــ کہیے کب آئیے گا ـــــ میں نے اُسے
بتایا کہ بہت جلد آ رہا ہوں ـــــ پیارے لال کے بیانات کی تصدیق بھی فیوزک
بینسن سے میں نے باتوں باتوں میں کر لی ہے ـــــ تمھارے متعلق اُس نے ایک
ریمارک کیا ـــــ کہنے لگا، اب تو تم خود بھی کماتی ہو اور بیٹے کو بھی کمائی کے
لئے تیار کر دیا ہے ـــــ میں نے تردید کی ہے اور منھ دیکھی بات نہیں۔ تمھاری

جتنی تعریف کی جاسکتی تھی میں نے کی ہے اس لیے کہ تم ہو تعریف کے قابل۔
— شانوجہ کے معاملہ میں میں نے بتایا کہ تم بالکل بے قصور ہو — لیکن
وہ کہتا ہے کہ میں تمھاری شاطرانہ چالوں کو نہیں سمجھتا — یہ دنیا ہے جتنے
منھ اتنی باتیں — تم کس کس کا بُرا مانو گی — تم نے کتنے ہی بار اپنے
دل کے نازک شیشے کو پتھروں سے ٹکرایا ہے — اب کچھ یوں کرو کہ اس
شیشے ہی کو پتھر بنالو — اسی میں تمھاری سلامتی ہے، بہتری ہے — میں
نے دیکھا ہے کہ دنیا حساس لوگوں کا جہنم ہے — جتنی سفاک بن سکتی ہو
بن جاؤ، خوش خوش جی سکو گی۔

اچھا — اچھا میں تم سے مل رہا ہوں — بہت جلد — انتظار
کرو گی نا؟

تمھارا

پیارا گنجا، ڈیر بالڈ سعید الزماں

کوشلیا نے خط ختم کیا تو آنچل سے اُس کو آنسو خشک کرنے پڑے۔

"کس کا ہے؟" — کاکا نے بھانپ کر پوچھا اور چائے کی پیالی
کوشلیا کی طرف بڑھا دی۔

پیالی لیتے ہوئے کوشلیا نے کہا — "ڈیر بالڈ کا۔"

"سعید زماں کا؟"

"ہاں کاکا۔"

"اُس نے اپنا کیا دُکھ درد لکھا ہے کہ تم رونے بیٹھ گئیں — تم کس
کس کو روؤ گی؟"

کوشلیا نے کاکا کو کوئی جواب نہیں دیا — نظر بھر کر ان کو پیار سے
دیکھا — کاکا کی باتوں سے ڈیر بالڈ کے خط کی طرح چاہت کی بو آتی تھی —
اُس نے آنسو پونچھ کر ایسی مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلائی جو نہ اتنی جاندار تھی
نہ بالکل بیجان۔

چمن کے گیٹ پر آہٹ پاکر کاکا باہر نکل گیا تو کوشلیا نے کھاٹ کے
نیچے سے اپنی پیٹی کھینچ کر باہر نکالی اور ڈیر بالڈ کا خط اُس میں محفوظ کر دیا لیکن
اُس کا جی چاہا کہ خط کو پھر ایک بار پڑھے — اُس نے خط نکال کر چولی
میں اڑس لیا اور پیٹی کو کھاٹ کے نیچے ڈھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

باہر چمن کی طرف کوشلیا نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کاکا اُس جوڑے کو گیٹ
کے اندر لاچکا ہے جو پہلے گیٹ پیٹ پیٹ کر اور پھر قفل دیکھ کر لوٹ گیا تھا۔

لڑکی کا چہرہ، چال اور قد و قامت بے انتہا پُرکشش تھے، اتنے کہ
کوشلیا نے دیر تک اپنی نظریں اُسی پر جمائے رکھیں۔ پھر اُسے لڑکا بھی اچھا
لگا۔ سجیل اور بانکا — اُس کے ذہن میں کسی بھولی بسری یاد کی ایک
لہر سی اُٹھی اور ماضی کے سمندر میں گم ہوگئی — وہ جب شانوجہ کے

باپ کے ساتھ شہر بھاگ آئی تھی تو ایک ریلوے اسٹیشن پر کسی بڑھیا مسافر نے بڑے چاؤ سے اُنھیں دیکھ کر کہا تھا ___ کیسی پیاری جوڑی ہے ___ میں نے بال سفید کر لیے لیکن آج تک ایسی جوڑی نہیں دیکھی۔ ___ بیوی بہت حسین ہوتی ہے تو شوہر اُس کے برابر میں نہیں جچتا ___ بعض اچھے، وجیہہ اور شاندار شوہروں کی بیویاں گول مول اور بے ہنگم سی ہوتی ہیں لیکن جوڑی ہو تو ایسی ہو کہ بھگوان نے ایک دوسرے کے لیے ہی بنائی ہے۔

اور کوشلیا نے ایک روپیہ کا کڑکڑاتا نوٹ اس بڑھیا کو ٹرین سے اُترتے وقت دیا تھا۔

جب وہ لوگ پھوس کے جھونپڑے کے قریب آ گئے تو کوشلیا دروازے کی اوٹ سے ہٹ آئی تاکہ وہ اسے دیکھ نہ سکیں۔ اُس کے ذہن میں اپنے حُسن کا احساس بیدار ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس ہیئت کذائی سے اُن کے سامنے جائے جب کہ نہ اُس کے بال دُرست اور نہ چہرے پر پھبن تھی۔

وہ اندر کھسک آئے لیکن اُس نے دیکھا کہ یہ جوڑا دروازے کے پاس آ کر رُک گیا تھا اور دونوں ہی کاکا کے سلیقے کو سراہ رہے تھے ___ اُس نے لڑکی کی آواز سُنی۔

"ایسی جھونپڑی ملے تو میں خوشی خوشی رہ جاؤں۔"

پھر اس کا ساتھی نوجوان کہنے لگا ___ "یہ جھونپڑا کہاں ہے یہ تو اچھا خاصہ چھوٹا سا گھر ہے۔ بے حد خوبصورت سا ___ پھوس کے چھت پر پھیلی ہوئی یہ لال لال گچھے دار پھولوں کی بیلیں، یہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ___ یہ قطار باندھ کر گھیرے ہوئے پیلے گلاب ___ یہ کیاریاں، یہ جھیل، یہ منظر تو ایک جیتا جاگتا منظر ہے سو لولی (So lovely)"

"آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیجیے نا" ___ بانکی لڑکی نے بڑی اُداسی سے کاکا کو مخاطب کر کے کہا۔

کوشلیا نے جب یہ باتیں سُنیں تو اُس کا جی چاہا کہ چیخ پڑے ___ تم خدا کے لیے یہاں مت رہنا۔ بھگوان کی سوگند اس خیال ہی کو اپنے ذہن سے نکال دو ___ مذاق میں بھی یہ نہ سوچو ___ وہیں واپس جاؤ جہاں سے آئی ہو۔ یہاں میں نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں ___ کاکا نے مجھے اور شانو کے باپ کو اس خوبصورت سی کٹیا میں اسی طرح جگہ دی تھی جیسے اپنے دل میں جگہ دے رہا ہو ___ لیکن آج جب وہ مجھے دیکھتا ہے تو کھل کر رو بھی نہیں سکتا ___ تمھیں معلوم نہیں پھر یہی گچھے دار پھولوں کی بیلیں سانپ بن کر تمھیں ڈسیں گی۔ یہی پیلے گلاب خار بن کر تمھیں چبھیں گے۔ یہ مناظر آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچائیں گے بلکہ

آنسوؤں کے کنکر ہمیشہ کے لیے تمھاری آنکھوں میں کھٹکنے کے لیے چھوڑ
دیں گے۔ یہاں جب لڑکی ماں بننے کو ہوتی ہے تو کھائی میں چھلانگ لگا کر
خود کو چھپا لیتی ہے اور اگر ماں بن چکی ہے تو وہ بچہ نہیں پیدا کرتی شانوجہ
پیدا کرتی ہے ۔۔۔ تم شانوجہ پیدا کرسکو گی؟ ۔۔۔ تم میں اتنی ہمت ہے
کہ تم شانوجہ پیدا کرسکو اور اُس کی ماں کہلاؤ؟

اور کوشلیا سسک سسک کر رونے لگی ۔۔۔ اُس نے چاہا کہ اپنی
سسکیوں کو اس طرح دبائے کہ نوجوان جوڑا سُن نہ سکے کہ کوئی جھونپڑی
کے اندر سسک رہا ہے۔ اس جھونپڑی کے اندر جس کی چھت پر گچھے دار
لال پھولوں کی بیلیں ہیں ۔۔۔ جو قطار در قطار پیلے گلابوں سے گھری ہوئی
ہے جس کے آس پاس رنگ برنگی پھولوں کی کیاریاں پھیلی ہوئی ہیں ۔۔۔
جس کے آس منے جھیل ہے اور جھیل میں ڈولتا ہوا بجرہ ہے۔

وہ کامیاب تھی ۔۔۔ نوجوان جوڑا جھیل کی طرف بڑھ چکا تھا ۔۔۔
اُس نے کوشلیا کی سسکیاں نہیں سُنی تھیں۔

بجرے میں جھیل کی سیر کر کے جب یہ جوڑا جا چکا تو کاکا نے کوشلیا
سے کہا:

"منہ ہاتھ دھو کر تازہ ہو جاؤ کوشی۔ لوگ آنا شروع ہو گئے ہیں ویسے
تیرا جی نہ چاہے تو لوگوں سے نہ ملنا ۔۔۔ لیکن باہر نکلنے اور جھیل کی سیر

کرنے سے شاید تیرا من بہل جائے۔"

کاکا نے ابھی بات بھی ختم نہیں کی تھی کہ کوشلیا نے چولی میں اپنی دو
انگلیاں ٹھونس کر ڈیر بالڈ کا خط نکالا اور پھر پڑھنے لگی۔

"دشمنِ ہوش میری کوشی ۔۔۔ پیار
چوتھے دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں ۔۔۔ اس چکر میں بھی تمھارے
لیے ٹرانسسٹر ....

معاً کوشلیا کو خیال آیا، وہ چوتھا دن آج ہی تو نہیں ہے اور اُس نے خط
پر تاریخ نہ دیکھی ۔۔۔ اُمید کی ایک کرن سی اُس کے نہاں خانۂ دل کے تاریک
گوشے میں بھی جا پہنچی۔ جب اُس نے انگوٹھے اور چھنگلی کو جوڑ کر حساب لگایا
کہ آج کا دن ہی چوتھا دن ہے۔ خوشی کے ساتھ ساتھ اُسے ڈیر بالڈ پر غصہ
بھی آیا کہ وہ ہمیشہ ہی اپنی آمد کی صحیح اور قطعی تاریخ نہیں لکھتا ۔۔۔ دوسرا
دن، چوتھا دن، پانچواں دن، بھلا یہ بھی تاریخ کے تعین کا کوئی انداز ہوا
۔۔۔ لیکن ایک بھولی بھٹکی مسکراہٹ بھی جانے کہاں سے اُس کے ہونٹوں پر
آگئی ۔۔۔ ایسی حرکتیں ڈیر بالڈ دانستہ کرتا ہے۔ وہ سوچ سوچ کر مسکرا پڑی۔
جس روز آنا ہوتا ہے اگر وہ نہیں آتا ہے تو دوسرے دن ضرور دھمک جاتا
ہے اور پھر حساب جوڑ جوڑ کر کوشلیا کو قائل کرتا ہے کہ وہ وقت پر پہنچ گیا
ہے اور بالکل بے قصور ہے اور کوشلیا کا سچا بھی خواہ، چاہنے والا اور

وفادار ہے۔

ڈیر بالڈ کی شرارتوں نے دن بھر میں پہلی مسکراہٹ تو دے ہی دی ہے۔ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی چاہت میں کچھ اس طرح سوچا اور آج اس کی آمد کی جو اُمید سی بندھی وہ دل ہی دل میں بڑی حد تک مطمئن اور مسرور ہو گئی۔

اپنے چہرے پر ٹھنڈا پانی اُچھالتے ہوئے وہ تصورات کے تانے بانے میں گرفتار ہو چکی تھی۔ اس کے لیے یہ بات بڑی حد تک اطمینانِ قلب کا باعث تھی کہ آج ہی رات کو شانوجہ بھی آ رہا ہے ــــ کاکا نے بتایا ہے کہ وہ بھی بروولے میں ٹھہرے گا۔ ایسے میں ڈیر بالڈ کی آمد اُس کے لیے تقویت اور ہمت کا باعث تھی ــــ ڈیر بالڈ سے کہہ کر میں بھی بروولے ہی میں ٹھہر جاؤں گی ــــ اُس نے سوچا، اس لیے ڈیر بالڈ کچھ دن سے جب کبھی ادھر آتا کوشلیا کے پاس جھونپڑے ہی میں ٹھہرنے لگا تھا۔ لیکن یہ بات صرف ڈیر بالڈ ہی کے لیے مخصوص تھی۔

منہ ہاتھ دھو کر جب کوشلیا اُٹھی تو اُس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پھر اس کا جی چاہا کہ گنگنائے ــــ لیکن وہ گنگنا نہ سکی۔

پھر کچھ سوچ کر بجائے اس کے کہ آئینے کے مقابل ہو کر وہ سنگھار کرنے لگتی اُس نے غسل خانے کا رُخ کیا ــــ وہ دیر تک نہاتی رہی۔ نہا دھو کر جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو اپنے لمبے لمبے بالوں کو تولیے میں لپیٹ کر وہ گنگنا

رہی تھی۔

"ہم بھی ہیں ایک عنائت کی نظر ہونے تک"۔

پہلا مصرعہ ذہن پر بار ڈالنے کے باوجود اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

ڈیر بالڈ کا پسندیدہ یہ شعر جب بھی وہ ترنگ میں ہوتا اپنی بے سری آواز میں لہک لہک گاتا تھا اور کوشلیا ہنس ہنس کر داد دیتی تھی۔

کپڑے پہن کر بال سنوارتے ہوئے اپنا عکس آئینے میں اُس نے دیکھا۔ وہ آج بھی کتنی سجل ہے، دیکھے جانے اور چاہے جانے کے لائق۔ لیکن اُس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی ــــ جب کاکا کی کہی بات اُسے یاد آئی۔

زنانہ لباس میں شانوجہ بالکل تمہاری طرح لگ رہا تھا ــــ مجھے تو اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آ گئی ہو۔"

شانو تو نے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں تو میری دنیا میں کیسے اُجالے سے بکھر گئے تھے۔ میں سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ تیرا باپ جس نے جنم جنم تک میرا رہ کر زندگی گزارنے کی قسمیں کھائی تھیں مجھے یوں تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلا جائے گا کہ تجھے اپنے وجود میں چھپائے میں اپنے گھر بھی نہ لوٹ سکوں گی۔ جہاں میری ماں مجھے رو رہی تھی۔ جہاں شہتوت کا وہ درخت مجھے رو رہا تھا جس پر میں کالج سے لوٹ کر چڑھ جاتی تھی اور لال لال کالے کالے شہتوت توڑ توڑ کر مزے سے کھاتی تھی ــــ میرے چھوٹے سے گھر کی وہ کھڑکی مجھے

روری تھی جس کی ٹھنڈی سلاخوں کو ہتھیلیوں سے چھو کر میں ایک گدگدی سی
محسوس کرتی تھی اور پھر اس کھڑکی پر بیٹھ کر سامنے شنٹنگ کرتے ہوئے
انجنوں اور دندناکر گزرتی ہوئی ٹرینوں کو دیکھ دیکھ کر سوچتی تھی کہ لوگ تیزی
سے زندگی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ انھیں اپنی ذات سے متعلق سوچنے کی فرصت
بھی نہیں ملتی ـــ اور ہاں وہ تیلی راجہ جو ایک تارے پر رام لیلا گاتا تھا ـــ
عمر کے تفاوت کے باوجود وہ میرا کیسا دوست تھا۔ میں چپکے سے ماں
کے صندوق سے پیسے اُڑالاتی اور اُس کی بند مٹھی میں رکھ دیتی ـــ وہ بھی
تو کبھی مٹھی کھول کر دیکھنے کی زحمت نہ کرتا اور اک تارا چھیڑ کر بھجن گانے کے
لیے بیٹھ جاتا ـــ اُس کی آواز باریک سی تھی۔ کیسی رسیلی! کبھی کبھی تو پیسے
نہ ہوتے تو میں اُس کی مٹھی کھول کر اس طرح اُس کی ہتھیلی میں چٹکی بھرتی جیسے
پیسے جما رہی ہوں اور پھر خود ہی مٹھی بند کر دیتی ـــ وہ مسکراتا، خالی ہاتھ
اس طرح اپنی ملیچی کرتی کے جیب میں ٹھونس کر خالی کر دیتا جیسے وہ ریزگاری
سے بھرا ہوا تھا ـــ اور پھر اک تارا چھیڑتا ـــ ماں بھی پلو سر پر ڈال کر
میرے پیچھے کھسک آتی ـــ اور ہاں وہ شریر لونڈا جس کی ماں میری اتا جی
کے پاس آتی جاتی تھی۔ کیسے دیدے مٹکا مٹکا کر مجھ سے کہا کرتا تھا ـــ
"مجھے بالکل اپنی جیسی بٹنی لا دو یا پھر تم ہی اتنی چھوٹی ہو جاؤ کہ میں تمھیں
بیاہ سکوں" ـــ یہ باتیں اُس کی ماں نے اُسے سکھائی تھیں ـــ سنتی ہوں

کہ ماں مر گئی ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ ماں کی اس سہیلی نے آخری وقت تک
اس کی نگرانی کی ہے ـــ میری ماں کو میرے غم نے ہی تو مارا ہے۔ شانوجہ
لیکن میرا دل نہ پسیجا۔ کیسی شرم دامن گیر تھی ـــ تجھے پیٹ میں چھپا کر
بھی تو میں اپنی ماں کے سینے سے لگ کر رو سکتی تھی ـــ سارے پاپ
دھل جاتے تھے ـــ اور نہ بھی دھلتے تو کیا ہو جاتا ـــ غم کے وہ بادل
تو دل پر سے چھٹ ہی جاتے۔ آج جن کے سائے میں کتنے ہی انجانے راستوں
پر میں بھٹک گئی ہوں اور ان راستوں پر مجھے صرف تیرا سہارا ہی تو
تھا شانوجہ! لیکن تو نے بھی اچھا کیا ـــ لوگ کہتے ہیں یہ کلجگ ہے
جو جیسا بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ ماں نے تڑپ تڑپ کر پتہ نہیں۔ مجھے
کیسی بددعا دی تھی کہ تو آج مجھے رلا رہا ہے۔ چلو یوں ہی سہی ـــ
اُس کی جنم ساری محرومیاں۔ جوڑ کر میں اگلے جنم کی تیاریاں کر لوں گی لیکن
اس طرح جی لینا تو سہل نہیں ہے۔

رنج و غم کے وہ بادل جو تین روز سے کوشلیا کے سر پر سایہ فگن تھے
ذرا کی ذرا چھٹے تھے ـــ خوشی کی تازہ اور نرم دھوپ اُس کے وجود میں
پھیلی تھی اور نہانے کے بعد مسکراہٹ بن کر اُس کے ہونٹوں پر چھا گئی تھی۔
پھر یہی نرم دھوپ آواز کا جادو بن کر پھوس کے جھونپڑے میں تیرتی
پھر رہی تھی کہ شانوجہ نے کوشلیا کو پھر اُداس کر دیا ـــ اپنے اندر چھپی ہوئی

اس دھوپ چھاؤں کی کیفیت کو ابھی وہ جھٹلا بھی نہ سکی تھی۔

کاکا نے جھیل کی سیر کرا کے اس نوجوان خوبصورت جوڑے کو گیسٹ تک چھوڑا اور خود ہی دو پیلے گلاب جاتے وقت اُس نے ان کی نذر کر دیے کیونکہ اپنے اس فرض کو ادا کرنے کے لیے کوشلیا ابھی تک چمن میں نہیں آئی تھی ــــ نوجوان جوڑا چلا گیا تو کاکا کٹیا میں چلا آیا ــــ کوشلیا سج دھج کر باہر آ رہی تھی ــــ کاکا نے اس کو اس عالم میں دیکھا تو اُس کو کوشلیا سے اپنی خوشیاں چھپانی پڑیں ــــ دعائیں دے کر کاکا نے صرف اتنا کہا کہ دُکھ درد کا ہنس ہنس کر مقابلہ کرنا چاہیئے کوشی۔ ــــ کوشلیا نے کاکا کی بانہہ پکڑ کر اُس کو چمن میں واپس لاتے ہوئے کہا۔

"آج ڈیریالڈ آ رہا ہے ــــ آج اُس کے ساتھ میں نے سوچا ہے کہ میں بھی بردوے چلی جاؤں تاکہ شانوجہ کا وہیں انتظار کر سکوں ــــ اپنی آنکھوں سے دیکھوں بھی کہ وہ کس کے ساتھ آتا ہے۔"

"تم کیا کرو گی دیکھ کر ــــ اسے دیکھ کر تمھیں زیادہ ہی دُکھ ہو گا ــــ وہ کسی کے ساتھ آئے تمھیں کسی سے اُلجھنا نہیں چاہیئے۔ خوشی سے اس کا انتظار کرو تاکہ وہ یہاں واپس آجائے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گی کاکا ــــ دیکھوں گی کہ وہ مجھ سے آنکھیں چار کر سکتا ہے یا اتنا سفاک ہو گیا ہے کہ اپنے کیے پر اُس کو کوئی پچھتاوا نہیں۔ ــــ آج مجھے اپنی ماتا کا امتحان لینا ہے کاکا۔ آج مجھے دیکھنا ہے کہ شانوجہ کے لیے میں کوئی فیصلہ کر سکتی ہوں یا خود اپنے بارے میں مجھے کوئی فیصلہ . . . . شانوجہ میری زندگی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اپنی اس زندگی سے کیا سلوک کرنا ہے ــــ تم ٹھیک ہی کہتے ہو کہ اُس سے۔ بردوے میں مل کر مجھے زیادہ دُکھ ہو گا ــــ لیکن اب دُکھ درد کے سوا رہ ہی کیا گیا ہے۔"

کوشلیا ہارے ہوئے جواری کی طرح مسکرائی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر گلاب توڑ لینا چاہا تو کانٹا اُس کی اُنگلی میں چبھ گیا۔ اُنگلی کو اپنے دوسرے ہاتھ سے دبا کر اُس نے سُرخ خون کی ایک بوند نکالی اور آنچل سے خون پونچھ کر اپنا لب زبان سے انگلی کے ننھے سے زخم کو لگایا جس میں سوزش ہو رہی تھی ــــ پھر گلاب توڑ کر سونگھتے ہوئے اُس نے کاکا سے پوچھا تم نے شانوجہ کے بارے میں تفصیل سے کچھ نہیں بتلایا۔

"میں بتلا بھی کیا سکتا ہوں ــــ صمصام دین کے بتلائے ہوئے پتہ پر میں نے اُس سے ملنے کی کوشش کی۔ کہلا بھیجا کہ شانوجہ سے ملنے کے لیے اُس کا کاکا آیا ہے۔ مجھے ٹکا سا جواب دے دیا گیا کہ یہاں کوئی شانوجہ نہیں ہے اور یہ خاتون کے سردار کا گھر ہے۔ میں نے پہرہ کے ایک نوجوان سے دوستی بڑھائی۔ اُس کو ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھلایا۔ چائے، پان اور

سگریٹ سے اُس کی تواضع کی۔ اُس نے بتایا کہ سردار آج شہر جارہا ہے اور وہ خوبصورت سی لڑکی جو اُس کے ساتھ ہے وہ اپنے گھر چلی جائے گی۔ سرداروں کا لاکھا آدمی ہے ـــــ پہرہ دار نے مجھے بتایا ـــــ کاکا کہہ رہا تھا اور کوشلیا ہمہ تن گوش تھی ـــــ لونڈیا کسی اچھے گھر کی معلوم ہوتی ہے۔ بڑی پٹاخہ ہے، بڑی پیاری۔ خان کا کوئی مُنھ چڑھا اسسٹنٹ ہے وہ اُسے پہنچانے کے لئے آئے گا ـــــ خان بڑا گتہ دار ہے۔ بڑی بڑی سرکاری عمارتیں خان ہی نے بنوائی ہیں۔ برہن بستی میں جذامیوں کا جو دواخانہ بن رہا ہے۔ یہ دواخانہ برہن بستی سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ خان کی نئی معشوقہ کچھ ہی دیر ہوئی خان کے ساتھ اس نئی عمارت کو دیکھنے گئی ہے۔

میں نے چُپ رہنا ہی بہتر سمجھا اس پہرہ والے سے جس کا نام شاید کلیم خاں تھا، میں نے بس یہ کہا کہ میرا اپنا نورِ نظر یہاں کسی خان کے گھر میں ملازم ہے۔ میں اسی سے ملنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس پر کلیم خاں نے مجھے خانوں کے دوسرے گھروں کے پتے دیے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ اب اس بستی میں کوئی خان ایسا خوشحال نہیں ہے جو بھاجی ترکاری کے لیے کسی چھوکرے کو ملازم رکھے۔ ویسے سود کا پیسہ ان گھروں میں بھی کم نہیں لیکن دل ہر ایک کے پاس کہاں ہوتا ہے۔

ہوٹل سے نکل کر میں پہرے والے کلیم خاں کے ساتھ باتیں کرتا سردار کے گھر تک پہنچا۔ راستے میں باتوں باتوں میں اتنا تو معلوم ہو سکا کہ سردار کی نئی معشوقہ یہیں چار چھ میل دور کسی پر فضا مقام پر رہتی ہے کلیم خاں کو اس مقام کا نام یاد نہیں تھا ـــــ اُس نے بتایا کہ اس مقام کی بہت باتیں سُنی ہیں۔ سُنا ہے کہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ ہر اتوار کو بہت سے لوگ دُور دُور سے سیر کو آتے ہیں۔ مسافروں کے ٹھہرنے کو جھیل کے کنارے اچھا سا بنگلہ ہے۔ میں بھی ادھر جانے کی سوچتا ہوں۔ اس بستی میں زیادہ پُرانا آدمی نہیں ہوں، شہر میں رہتا ہوں۔ سردار کے بنگلے پر ملازم ہوں۔ وہ میرے کام سے خوش ہے۔ مجھے ترقی دے کر یہاں لے آیا ہے۔ میں یہاں کے پہریداروں کا حوالدار ہوں۔ سردار مہینے میں چار چھ بار یہاں ضرور آتا ہے۔ جذام کے دواخانے کے کام کا معائنہ کرتا ہے اور مزدوروں میں اپنے سامنے مزدوری تقسیم کرواتا ہے۔ دل کا اچھا ہے، نظر کا اچھا نہیں۔ مزدوروں کو اُن کی ضروریات پر پیشگی رقومات دے دیتا ہے لیکن کسی کی بہو بیٹی پر بُری نظر ڈالنا بھی شرافت نہیں ـــــ اپنے ہی ماتحتین کی بہو بیٹیوں پر بُری نظر ڈالنے میں بھی اُس کو عار نہیں ـــــ یہی ایک بات بُری ہے ـــــ مہینہ بھر پہلے وہ کسی برہمن لڑکی کو لے آیا تھا ـــــ مگر اس عشق میں خان کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی ـــــ پولیس کو بہت سا روپیہ کھلایا گیا۔

تب کہیں جا کر مشکل ملی۔ لڑکی کے ماں باپ بھی شہر کے کھاتے پیتے لوگ تھے ـــ لیکن لڑکی جتنے دن یہاں رہی، میں تمھیں ایمان کی بات بتلا دوں، خوش رہی۔ میں نے اُس کو کبھی اُداس نہیں دیکھا۔ میں یہ اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی راضی خوشی تھی۔ لیکن اُس کے والدین نے اغوا کا کیس بنا کر خان کو پریشان کیا۔ لیکن خان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اُس نے پولیس ہی کو خرید لیا۔

ہم یہی باتیں کرتے سردار کے گھر تک پہنچے تھے کہ بڑا سا موٹر آتا ہوا نظر آیا۔ کلیم خاں نے مجھے ادب سے کونے میں ہٹ کر ٹھہر جانے کو کہا اور خود پہرہ داروں کی طرح اٹینشن ہو گیا۔

موٹر جب گیٹ میں داخل ہونے لگا تو اُس کی رفتار بہت ہی کم ہو گئی ـــ میں نے شانوجہ کو اچھی طرح دیکھا ـــ وہ لال ساری میں پیاری سی دلہن نظر آتا تھا۔ بالوں کا جوڑا باندھ کر اُس نے جوڑے میں پھول لگا رکھے تھے ـــ موٹر تیزی میں ہوتا اور اگر میں اُس کی صرف جھلک دیکھ سکتا تو میرے لیے پہچاننا مشکل ہوتا ـــ مشکل تو مجھے اس وقت بھی ہوئی لیکن خود شانوجہ نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اُس کی نظروں نے مجھے اُس کو پہچان لینے میں مدد دی ـــ

کاکا اُس کے بعد خاموش ہو گیا۔

کوشلیا کہنے لگی ـــ

"اور وہ آج رات یہاں پہنچ رہا ہے ـــ خان کا اسسٹنٹ اُس کو چھوڑنے کے لیے یہاں موٹر پر لائے گا۔"

کوشلیا نے شانوجہ کی کہانی کو ان دو جملوں پر ختم کر دیا جسے اب تک کاکا سُنا رہا تھا لیکن یہ دو جملے کوشلیا نے اس طرح ادا کیے جیسے کراہ رہی ہو۔

لمبی سیاہ زلفیں چونکہ اب خوبصورت جوڑے میں تبدیل ہو کر پھولوں کی منتظر تھیں اس لیے کوشلیا نے جوڑے میں اس گلاب کو ٹانک لیا جسے شانوجہ کی روداد سُننے کے دوران میں وہ سونگھتی رہی تھی ـــ اُسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ یہ پھول کاغذی ہو گئے ہیں۔ اُن میں کوئی خوشبو نہیں ہے۔ اس لیے دو اور خوبصورت سے گلاب توڑے اور بغیر سونگھے جوڑے میں سجا کر چمن میں اس طرح اِدھر اُدھر دیکھا جیسے ہرنی اپنی ٹکڑی سے بچھڑ کر دیکھتی ہے۔

گچھے دار لال پھولوں کی ہری بیل کے پیچھے جو چمن کے حصار کی طرح اطراف میں پھیلی ہوئی تھی صمصام زین اسے گیٹ کی طرف آتا ہوا نظر آیا ـــ وہ بہت تیز تیز اس طرف کو آ رہا تھا ـــ گیٹ میں داخل ہوا تو کوشلیا مسکراتی ہوئی اُس کی طرف بڑھی ـــ صمصام زین اس التفات پر

جامہ سے باہر ہوا جا رہا تھا ـــــ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کوشلیا نے اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"صم تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں تمہاری ہمدردیوں کے جواب میں کچھ کہہ سکوں۔"

"خاموشی سے کسی بات کا اعتراف کر دینا زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے" ـــــ صمصام دین نے اُس طرح کہا جیسے کوشلیا کے سامنے بات کرنے کا سلیقہ اُسے آ گیا ہو۔

"تمہارا یہ وقت تو بڑی مصروفیات کا ہے پھر تم کیسے آ گئے؟"

صمصام دین کی نظریں کوشلیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں ـــــ اور وہ پہلی بار کوشلیا کو ان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کوشلیا نے صمصام دین کی حالت دیکھی تو اُس کو اُس پر ترس آیا۔ وہ بالکل بھول چکی تھی۔ اُس نے آج ہی بڑی سنجیدگی سے صمصام دین کے بارے میں کچھ سوچا بھی تھا۔

"کیسی کیسی مہمل باتیں میں نے سوچی تھیں ـــــ کوشلیا پھر اُس موڈ میں آ گئی تھی کہ بڑی صفائی سے اپنے ہی جذبات کا جس کے بارے میں کچھ ہی دیر پہلے وہ سنجیدہ تھی مذاق اُڑا رہی تھی۔

صمصام دین نے خواب سے چونکتے ہوئے کہا۔

"بینسن نے سید صاحب سے پچھوایا ہے کہ کوئی پارٹیشن آپ لوگوں کے لئے رکھا جائے اس لئے کہ آج لوگ کچھ زیادہ ہی ہیں شاید آپ لوگوں کے آنے تک کیبن خالی نہ رہیں۔ اس لیے اگر وہ کہتے ہیں تو رزرویشن کارڈ لگایا جا سکتا ہے۔

"لیکن وہ ہیں کہاں! ـــ تو وہ یہاں آئے نہیں۔"

"اچھا ـــ تو پھر آتے ہی ہوں گے ـــ وہ آ چکے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے۔"

"خیر وہ آ جائیں گے ـــ لیکن صم تم مسٹر بینسن سے کہہ دو کہ کیبن کی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہم فیوزے نہیں آئیں گے۔"

"آ بھی جائیے نا ـــ دل بہل جائے گا۔"

"تو گویا تم بینسن کی وکالت بھی کرنے لگے ہو؟"

"نہیں نہیں ـــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو صرف آپ کے لیے سوچا تھا۔

کوشلیا صمصام دین کی معصوم بوکھلاہٹ پر ہنس پڑی۔

وہ بھی ہنسنے لگا۔

"تو پھر کہہ دوں کہ ۔ ۔ ۔"

"ہاں بالکل قطعی ـــ"

صمصام دین لوٹ رہا تھا کہ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کو گیٹ میں داخل ہوتے

ہوئے دیکھا ___

"لو وہ آگئے سعید صاحب۔"

ڈیر بالڈ کی شخصیت گرے رنگ کے فُل سُوٹ میں نکھر رہی تھی۔ اُس نے قریب آ کر بڑی بے تکلفی سے کوشلیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور صمصام دین کی پروا کیے بغیر دوسرا ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر اُس کو اپنے بالکل قریب کر لیا۔

کوشلیا کے لیے یہ بات کسی طرح نئی نہیں تھی لیکن آج اُس نے صمصام دین کی موجودگی کو جانے کیوں بُری طرح محسوس کیا اور غیر شعوری طور پر کچھ کھسک کر ڈیر بالڈ سے الگ ہو گئی۔

"کہو ڈارلنگ، کدھر آ گئے ہیں یہ صمصام دین بہادر، یہ بینس کے کیسن؟"

صمصام دین، بہادر کے خطاب پر اپنی جھکی جھکی نظروں کو اُٹھا کر مسکرایا۔

"بینس نے پُچھوایا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو کوئی کیبن اینگیج کیے دیتے ہیں۔ اس لیے کہ فیوزرے میں آج کچھ زیادہ ہی لوگ آ رہے ہیں ___ لیکن میں نے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"بھلا اس میں ضرورت کا کیا سوال ہے ___ صرف محسوسات کی بات ہے۔"
ڈیر بالڈ نے کوشلیا کے جوڑے کے گلاب کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں آج میں فیوزرے چلنے کے مُوڈ میں بالکل نہیں ہوں ___ تم سے

بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"باتوں کے لیے فیوزرے سے اچھی جگہ کون سی ہو سکتی ہے جان۔"

"میں نے کہہ دیا نا کہ نہیں۔"

"تو پھر تعمیلِ حکم ہو۔" ___ ڈیر بالڈ نے صمصام دین سے مخاطب ہو کر کہا ___ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مُسکرائے اور پھر ہنسنے لگے۔

صمصام دین جا چکا تو اِدھر اُدھر نظریں دوڑا کر ڈیر بالڈ نے کوشلیا کی گردن چُوم لی جو کہ پھولوں سے سجے ہوئے جوڑے کے نیچے واقعی پیاری لگ رہی تھی۔

"کاکا یہیں کہیں ہو گا" ___ کوشلیا نے پرے ہٹتے ہوئے کہا۔

"چلو پہلے کاکا سے مل لیتے ہیں۔"

ڈیر بالڈ نے پیچھے ہی سے پکار کر کاکا کو سلام کیا جو جوہی کے پودوں کی جڑوں میں صفائی کر رہا تھا۔

"اچھا ہوا جو تم آ گئے ہو سعید میاں۔" کاکا نے ڈیر بالڈ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تین چار روز سے یہ رو رو کر ہلکان ہوئی جاتی ہے ___ نہ تمہارا خط آنے پر اُس نے آدمیوں جیسی صورت بنائی ہے ورنہ ہر کونے کچرے میں، میں نے اُس کے آنسو نہ دیکھے ہیں ___ تم آ گئے ہو تو جیسے اُسے ہمت سی آ گئی۔ دیکھو کس طرح مزے سے مسکرا رہی ہے جیسے ان چھ دنوں میں اُس پر کچھ بیتا ہی نہیں۔"

"بات کیا ہے کاکا؟"

"بات کیا ہوگی — بس وہی اُس کی قسمت کا چکر ہے۔ لونڈا اب بالکل آوارہ ہوگیا ہے پہلے فیروزے اور برروے کے اطراف گھوم پھر کر بڑی رات کو سہی آ تو جاتا تھا — کوئی چار چھ دن سے پتہ ہی نہ تھا اور یہ ادھر اُدھر کی باتیں سُن کر رو رہی تھی — آج صمصام دین نے اُس کا پتہ اُٹھایا ہے — میں بھی برہمن بستی ہو آیا ہوں۔ شانو جہ کر دیکھ آیا ہوں، اپنی انہی آنکھوں سے جنھوں نے خوشیاں کم غم زیادہ دیکھے ہیں — لیکن شاید مجھ پر بھی یقین نہیں کرتی — شانو کی ساری رُوداد سُنی ہے — برہم ہوتی ہے — روتی ہے۔ کہتی ہے کہ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی لیکن پھر تھوڑی تھوڑی دیر سے کسی نہ کسی حیلے مجھ سے پوچھتی ہے۔"

"تم اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ آئے ہونا کاکا؟"

"پگلی کہیں کی — ان دنوں تمھاری اُس کو ضرورت تھی سعید میاں۔ اچھا ہوا جو تم آگئے۔"

کاکا نے بغیر رُکے کے ساری باتیں ڈیر بالڈ کو بتلا دیں اور پھر جڑی کے پودوں میں جھک گیا۔ جیسے کوشلیا کی طرف سے مطمئن ہوگیا ہو۔

ڈیر بالڈ نے کٹیا کا رُخ کرتے ہوئے کہا — "چلو کرش مجھے اچھی سی چائے پلاؤ — بلکہ میری رائے میں فیروزے چلی چلو۔"

"نہیں — تم ایک کام کرو — میں تمھارے لیے چائے بناتی ہوں۔ تم اس وقت تک برروے میں کوئی کمرہ انگیج کر آؤ — میں نے طے کیا ہے کہ آج ہم برروے میں ٹھہریں گے۔ تم جلدی سے ہو آؤ تو پھر میں تم سے جی بھر کر باتیں کروں۔ ڈرتی ہوں کہ سارے کمرے انگیج نہ ہو جائیں۔"

"گڈ — بہت اچھی بات ہے — تو پھر میں ابھی آتا ہوں — اور ہاں تو میں بھول ہی گیا — وہ دیکھو —"

کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ پتھر کی بنچ پر اُس کا خوبصورت سا سوٹ کیس دھرا تھا۔

"لو چلو میں کٹیا تک پہنچا دوں" — دونوں اُس بنچ کی طرف بڑھے۔

کوشلیا نے سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑ کر اُٹھایا — ہلکا ہے — میں لے جا سکتی ہوں۔"

"نہیں جان — میں ان نازک ہاتھوں کو زحمت نہیں دوں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوگا — میں کوئی چھوئی موئی ہوں۔"

"تو پھر یہ چابیاں بھی لے جاؤ — اپنی ضرورت کی چیزیں اس میں رکھ لو — میں نے تمھاری پسندیدہ بیر کے لیے ایک بہت عمدہ مگ لیا ہے۔ بلجیم کا کٹ گلاس ہے — تمھارے ہونٹوں تک پہنچنے کا تو اور حسین ہو جائے گا۔"

"اچھا اب شاعری چھوڑ دیجیے" — کوشلیا نے مسکرا کر چابیاں ڈیر بالڈ

سے لیتے ہوئے کہا ۔۔۔ اور سوٹ کیس اُٹھائے تھوڑا سا ایک طرف کو جھک کر وہ کٹیا کی طرف جانے لگی تو ڈیر بالڈ کھڑا اُس کو کمن کھائے ہوئے پتنگ کی طرح بجائے فضاؤں کے زمین پر ڈولتا ہوا دیکھتا رہا۔

کوشلیا نے پلٹ کر دیکھا تو اُس کو ڈیر بالڈ کا اس طرح اپنی طرف دیکھتے رہنا اچھا سا لگا ۔۔۔ اُس نے ادائے دلبری سے پکار کر کہا ۔۔۔ چلو جلدی سے ہوآؤ۔ ابھی تک یہیں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو ۔۔۔ اور ڈیر بالڈ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا روانہ ہوگیا۔

مٹی کے تیل کا اسٹوو جلا کر پہلے کوشلیا نے چائے کی کیتلی اُس پر رکھ دی۔ وہ گنگنا رہی تھی ؎

ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

دوسرا مصرعہ جو دراصل پہلا مصرعہ تھا اُسے اب بھی یاد نہیں آرہا تھا۔

اُس نے اپنا ایک معمولی سا کپڑوں کا جوڑا نکال کر رکھنے کے لیے ڈیر بالڈ کا سوٹ کیس کھولا۔ سوٹ کیس میں ڈیر بالڈ کا صرف ایک نائٹ سوٹ، ایک شرٹ اور ایک پتلون تھا اور تولیے میں کوئی چیز بڑی احتیاط سے لپٹی ہوئی تھی۔ اُس نے کھول کر دیکھا۔ ایک بہت ہی خوبصورت سا مگ تھا جو یقیناً بدیسی تھا۔ سوٹ کیس کی وہ پرس جس پر زپ لگی ہوئی تھی کچھ پھولی ہوئی سی تھی۔ کوشلیا نے زپ کھینچ کر وہ پلندہ نکالا جو اس میں محفوظ تھا۔ اُس میں

کوشلیا کے اپنے لکھے ہوئے خطوط تھے اور خطوط کے بیچ میں سو سو روپے کے کئی نوٹ تھے ۔۔۔ کوشلیا نے اُنھیں گنا ۔۔۔ پورے اکتالیس تھے ۔۔۔ چار ہزار ایک سو روپے۔

اتنا بہت سا روپیہ اُس نے اپنے ساتھ کیوں رکھا ۔۔۔؟ یہ بات ایک سوالیہ علامت بن کر اُس کے ذہن میں اُبھری ۔۔۔ اور ڈیر بالڈ نے مجھے کچھ بتایا نہیں۔ چابیاں دے کر اُس نے یہ بھی تو نہیں کہا کہ اُنھیں حفاظت سے رکھنا ۔۔۔ وہ مجھ پر کتنا بھروسہ کر رہا ہے۔

ڈیر بالڈ کی یہی باتیں کوشلیا کے صبر و ضبط کا امتحان لیتی تھیں ۔۔۔ مجھ پر تمھیں اتنا اعتماد ہے۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اُسے اس لمحہ وہ سب لوگ یاد آئے جو اُس سے محبت کی باتیں تو کرتے تھے لیکن سونے سے قبل اپنی جیب سے ایک ایک پیسہ نکال کر گن لیتے تھے۔ زندگی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈیر بالڈ ہی میرے لیے بہت کچھ ہے۔ ایسی قندیل کے مانند جو اپنی کسی خرابی کی وجہ سے بھڑک تو اُٹھتی ہے لیکن احتیاط سے بتی کو نیچے اُوپر کرکے کوشلیا اُس کو راستہ دکھلانے کے قابل بنا لینے کا گُر جان گئی ہے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُس کے اطراف اندھیروں اُجالوں کا ایک جال سا بن گیا ہے۔

۔۔۔ شاید وہ اسے مایوسی کن اندھیروں میں ڈھکیل رہا ہے اور ڈیر بالڈ اُس کو اُمید کی روشنی دکھلا کر زندگی کی طرف کھینچ رہا ہے۔

چائے کا پانی کھولنے لگا تو اُس نے اسٹوو کے شُعلے کو کم کرنے کے لیے ہیٹر سے تھوڑی سی ہوا نکال دی تاکہ ڈیر بالڈ کی واپسی پر تپتی ڈال کر چائے تیار ہو سکے پھر اُس نے نکالے ہوئے سارے کپڑے سوٹ کیس میں رکھ دیئے اور اپنے خطوط اور نوٹوں کے پلندے کو اُسی جگہ پر رکھ کر سوٹ کیس کو مقفل کر دیا۔

کھڑکی سے جھانک کر اُس نے کاکا سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ بھی چائے پیئے گا۔ لیکن کاکا جھیل کے پودے کے پاس نہ تھا۔۔۔ کوشلیا اس کھڑکی سے ہٹ آئی اور مشرق کی جانب کھلتی ہوئی کھڑکی سے دیکھا تو کاکا تین مسافروں کو بجرے میں بٹھائے جھیل کی سیر کرا رہا تھا۔ ان میں دو مرد تھے اور ایک عورت تھی۔ عورت کی گود میں بچہ تھا۔ بچہ کی موجودگی نے شک وشبہہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی تھی۔ اُس کے ذہن میں یکایک خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال کو پہلے پہل جب اُس نے جھیل کی سیر کرائی تھی ______

______ تو اسی طرح دو مرد تھے، ایک عورت اور ایک بچہ ۔۔۔ کاکا اسی طرح بے نیاز اپنی ہی دھن میں چپّو چلا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اس دن کو اپنی زندگی کے اچھے دنوں میں شمار کرنا چاہیئے یا بُرے دنوں میں ۔۔ اس دن جہاں ڈیر بالڈ کی ہمدردیاں اُسے نصیب ہوئیں وہاں پیارے لال نے شانوجہ کو اُس سے چھین لیا۔

پیارے لال نہ آتا اور وہ دل دہلا دینے والا حادثہ اگر نہ ہوتا تو شاید

پیارے لال شانوجہ کو تباہی کے اُس راستے پر نہ لے جا سکتا جس کا ذکر ڈیر بالڈ نے اپنے حالیہ خط میں کیا ہے کہ پیارے لال برابر شانوجہ سے ملتا رہا ہے ۔۔۔ کچھ سوچ کر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دن اُس کی زندگی کا منحوس ترین دن تھا۔

قدموں کی چاپ سُن کر وہ پہچان گئی کہ ڈیر بالڈ آ رہا ہے ۔۔۔ اس پر کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اس سے ملاقات کے پہلے دن کو اپنی زندگی کا منحوس ترین دن سمجھتی ہے۔ دل میں اُس نے ارادہ کر لیا کہ کتنی کمزور لمحے میں بھی وہ ڈیر بالڈ سے کوئی بات نہیں کرے گی جس سے یقیناً اُس کا دل دُکھے گا۔

قریب ہو کر قدموں کی چاپ بجائے اس کے کہ زیادہ واضح اور نمایاں ہو جاتی کچھ اور مدھم پڑ گئی ۔۔۔ کوشلیا جان گئی کہ ڈیر بالڈ دبے پاؤں اُس کے قریب آ رہا ہے تاکہ اُس کو ان خیالوں سے چھڑا کر نکال سکے جس میں وہ زنجیر ہو گئی ہے ۔۔۔!

کسی نے پیچھے سے اُس کی آنکھیں دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیں اور پھر چٹا چٹ اُس کے گال چوم لیے ۔۔۔ ان ساری باتوں کی عادی ہونے کے باوجود اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا ۔۔۔ یہ سُرخی ڈیر بالڈ سے جذباتی لگاؤ کا صاف اظہار تھی۔

"چھوڑو بھی پہلے مجھے یہ بتاؤ تمھیں کمرہ مل گیا ہے یا نہیں۔"

"مل گیا ہے۔ ہم دونوں ہی کو ایک ایک کمرہ مل گیا ہے۔" — کوشلیا چونک سی گئی — پلک جھپکنے میں اُس کی آنکھوں پر سے ہاتھوں کی گرفت ہٹ گئی تھی اور اُس نے دیکھ لیا تھا کہ شانوجہ سامنے کھڑا مُسکرا رہا ہے — وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔

اس غیر متوقع حادثہ کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی — ہر جذبے سے عاری خالی خالی نظروں سے وہ اُسے تکتی رہی۔ پھر اُس کا سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا — آنکھیں بند کر کے وہ ہوا میں جھومتے ہوئے سرو کی طرح دیکھتے دیکھتے جھوم کر رہ گئی — شانوجہ نے بڑھ کر اُسے سنبھالا۔ سہارا دے کر پلنگ کی پٹی پر بٹھایا اور اُس کی بانہہ پکڑ کر اُسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے ماں — دیکھ میں آ گیا ہوں۔"

کوشلیا نے سنبھل کر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ شانوجہ کو پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔ پھر یکایک چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسکنے لگی — شانوجہ کھاٹ کی پٹی پر اُس کے قریب ہو آیا — "ماں!"

وہ بپھری ہوئی شیرنی کے مانند اُٹھی — "ماں — مجھے ماں مت کہنا۔

"میں تیری ماں نہیں ہوں — اچھا ہوتا اگر تو مر جاتا اور میں ماں پکارے جانے کے لیے ترس ترس کر رہ جاتی — میں سوچتی تھی — میں تو سوچتی تھی کہ جب تو بڑا ہو گا تو مجھ سے کہے گا کہ کاش تم میری ماں نہ ہوتیں اور میں فخر سے سینہ تان کر چلوں گی کہ میں بہرحال تیری ماں ہوں، تیرے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے — لیکن آج مجھ جیسی ماں تجھ سے کہہ رہی ہے کہ کاش تو میرا بیٹا نہ ہوتا — تو نے کبھی آئینے میں اپنا قد دیکھا ہے۔ اپنے ہاتھ پیر دیکھے ہیں، اپنا سینہ دیکھا ہے — تجھے معلوم بھی ہے کہ ماں جب اپنے بیٹے کو عمر کی اس منزل میں دیکھتی ہے تو رعونت کی حد تک خود اعتمادی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے کو عام عورتوں سے بلند و برتر سمجھنے لگتی ہے۔ لیکن تو نے میری زندگی کو اُٹھا کر کھائی کے اندھیروں میں پھینک دیا ہے۔ اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ خود مجھے پھینک دیتا تاکہ تجھے دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہتی۔

شانوجہ میں نے کیا کیا سوچ رکھا تھا — میں سوچتی تھی کہ تو شرم سے میرے سامنے بھی آ نہ سکے گا۔ تیرا کاکا تجھے پکڑ کر مجھ تک لائے گا۔ لیکن تو کس قدر سفاک ہے۔

تجھے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا بھی تو نہیں — لجا اور شرم کے لفظ تو نے شاید کبھی سُنے ہی نہیں — تجھے آخر یہ کیا ہو گیا ہے شانوجہ — تجھے آخر یہ سب، کیا ہو گیا ہے؟" اور کوشلیا نے پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"ماں تو یہ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ لجا اور شرم کے لفظ میں نے سُنے ہیں۔

— تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے — برودلے گیسٹ ہاؤس میں آج ہم دونوں کے کمرے اتفاق سے ایک دوسرے کے برابر برابر ہیں۔ ایک دیوار بیچ میں حائل ہے ماں۔ ایک کمرے میں پیارے لال کے ساتھ میں ٹھہرا ہوں اور دوسرے میں سعید زماں کے ساتھ تو رہے گی — میں اپنی شرم کی گٹھری اُٹھا لاؤں گا تو اپنی لجا سمیٹ لا — رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے کا چہرہ اُجالے میں دیکھیں گے، پھر تو مجھے ایک بار، صرف ایک بار بیٹا پکار لینا۔ اور مجھے بھی اتنی اجازت دینا کہ میں بھی تجھے صرف ایک بار ماں پکار لوں۔"

اور شانوجہ ٹوٹ گیا — آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر کوشلیا نے اُس کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا — پھر کسی غیر ارادی قوت نے اُس کو سہارا دے کر اُٹھایا — سحر زدہ عورت کی طرح وہ جیسے سوتے میں اُس کے پیچھے چلتی ہوئی کٹیا کے دروازے تک آئی — شانوجہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا احاطے کی ہری بھری باڑھ کے قریب پہنچ گیا تھا جس پر لال لال گچھے دار پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں — کاکا بجرہ لے کر تینوں مسافروں کے ساتھ جھیل میں نکل گیا تھا اور کوشلیا باڑھ کے پرے شانوجہ کو نمودار ہوتا ہوا دیکھنے کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانوجہ بھی پلٹ کر اُس کی طرف دیکھے۔ لیکن شانوجہ کا یہ سوال گونج رہا تھا۔

"تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟

تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟ تو جانتی ہے کہ —"

وہ دل ہی دل میں شانوجہ سے باتیں کرنے لگی — شانوجہ تو کتنا سفاک ہے — کتنا دلیر اور کتنا ظالم — میں تو سمجھتی تھی کہ تو تباہی کے راستوں پر چل پڑنے کے باوجود وہی شانوجہ ہے جو رات گئے گھر لوٹتا ہے تو پیر دبا کر چوروں کی طرح اپنے بستر تک آتا ہے اور چپکے سے پڑ رہتا ہے — میں جاگتی بھی ہوں تو یوں ظاہر کرتی ہوں جیسے جاگ نہیں رہی ہوں — اور جب یہاں کٹیا میں موجود ہی نہیں رہتی ہوں تو تجھے کتنا اطمینان ہوتا ہے — ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے ڈرتے رہے ہیں شانوجہ — اور میں آج کے اسی لمحے سے خوف کھاتی رہی ہوں جو اب بظاہر گزر گیا ہے لیکن سچ پوچھو تو ایک نشتر بن کر میرے دل میں اُتر گیا ہے۔

تو نے اتنی تلخ باتیں کہاں سے سیکھ لیں — اپنی اس ناپختہ عمر میں کیا تو نے زندگی کا اتنا شعور حاصل کر لیا ہے جو تیری زبان سے ایسے جملے بھی کہلوا سکتا ہے کہ — "رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے کا چہرہ اُجالے میں دیکھیں گے پھر تو مجھے ایک بار بیٹا پکار لینا اور مجھے بھی اجازت دینا کہ میں تجھے ماں پکار لوں؟"

ڈیر بالڈ اب تک نہیں آیا — وہ اُس کے لیے بے چین ہو گئی کہ وہ آئے تو اُس سے مزید تفصیلات کا علم ہو سکے — اُداس، مضمحل اور تھکی ہاری جب وہ کٹیا میں واپس ہونے لگی تو اس عارضی تازگی کو جو ڈیر بالڈ کا خط پا کر اُس نے حاصل کی تھی شانوجہ نے جیسے نوچ پھینکا تھا۔

کٹیا میں پہنچ کر اُس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ غازے اور کاجل کے ملے جلے سفید اور سیاہ دھبّے اُس کے چہرے پر نمایاں تھے جو اُن آنسوؤں کی چغلی کھا رہے تھے۔ جو وہ بہا چکی تھی۔

چائے کا پانی کھول کھول کر سوکھ گیا تھا — اُس نے کپڑے سے پکڑ کر ڈھکن نکالا اور گلاس بھر پانی کیتلی میں ڈال دیا — پانی کے جلنے کی چھن چھن ہو گئی اور تھوڑا سا دھواں کیتلی سے اُٹھا کر کوشلیا نے ڈھکن ڈھک دیا۔

میرا حال، اُس خالی کیتلی سے ملتا جلتا ہے جو شدید پردھری بغیر پانی کے جل رہی تھی اور جو پانی میں نے دوسری بار ڈالا ہے وہ گویا ڈیر بالڈ کا خط تھا جس نے مجھے تسکین دی تھی — لیکن اب شانوجہ نے مجھے جس آگ میں پھینک دیا ہے وہ آگ تو شاید دوزخ کی آگ ہے جسے شاید ڈیر بالڈ بھی نہیں بجھا سکے گا۔

آج جھیل سے جتنے مسافر لوٹے تھے اُن کی اکثریت زرد گلابوں سے محروم رہ گئی تھی۔ جو نئے تھے اُنھوں نے محسوس بھی نہیں کیا — جو پہلے آ چکے تھے اُنھوں نے کوشلیا کو پوچھا اس کے باوجود بھی کہ کوشلیا کے ہاتھ سے گلاب لینے کے سوا اُن کا کوئی جذباتی رشتہ نہیں تھا۔ بعضوں نے خاموشی اختیار کی اور اپنی بیوی پر اس طرح اثر چھوڑنے کی کوشش کی کہ اُنھوں نے کوشلیا کے نہ ہونے پر کوئی کمی ہی محسوس نہیں کی۔

کوشلیا نے منھ پانی سے بھگو کر صابن چہرے پر ملا ہی تھا کہ ڈیر بالڈ آ دھمکا اُس نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے پکارا — "کوش" — کوشلیا نے آنکھیں کھول کر اُس کو دیکھا اور پھر جھک کر نل سے گرتے ہوئے پانی کو اپنی ہتھیلیوں کی دولیوں میں بھر بھر کر چہرے پر اُچھالنے لگی۔

"میں جس وقت آیا تھا، تم بالکل تیار ہو چکی تھیں — میں شاید آج ہی تم سے ملا ہوں — کیوں۔ ٹھیک ہے نا۔"

اس مذاق کے باوجود کوشلیا مُسکرا نہ سکی، اُس نے تولیے سے چہرے کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شانوجہ آیا تھا — وہ ابھی ابھی گیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں" — ڈیر بالڈ کہنے لگا — وہ لوٹتے ہوئے مجھ سے راستے میں ملا تھا۔ میں نے پوچھا بھی — کہنے لگا۔ "تم سے مل آیا ہوں" —

اُس کے چہرے پر میں نے کوئی ملامت نہیں دیکھی ـــــ وہ بالکل مطمئن تھا ـــــ تمھاری طرح نہیں کہ شانوجہ نے تمھارے چہرے پر اتنے نقوش چھوڑے ہیں کہ پھر مجھ سے ملنے کے لیے تمھیں اپنا چہرہ دھونا پڑا ـــــ شانوجہ کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ عورتوں کے لباس میں تو وہ بظاہر بہت کچھ بدل جاتا ہو گا لیکن اب اُس کی وہ معصومیت مر چکی ہے جو سال ڈیڑھ سال پہلے گناہ کی چادر اوڑھے تمھارا سامنا کرنے سے اُسے روکتی تھی اور وہ پنجوں پر چل کر اپنے بستر تک پہنچتا تھا۔ آج جب وہ شانوجہ مجھ سے نہیں ملا کوشش تو میں نے جان لیا کہ تم زیادہ دنوں تک اُس کا پیچھا نہ کر سکو گی۔ وہ بہت دُور نکل گیا ہے اور تمھارا اُس تک پہنچنا اب مشکل ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔"

"چلو چلیں باہر ـــــ سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤ گی ـــــ میں تو اس طرح سوچتا ہوں کوشش کہ ہر خوشی کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی جہاں سے ملے جس وقت ملے حاصل کر لینا چاہیے ـــــ ذاتی غم کوئی غم ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ ہر غم کے ساتھ کسی دوسرے کی ذات بھی وابستہ ہوتی ہے جسے تم اپنے دل میں بسا کر اپنا لیتی ہو اور پھر اُس کا غم تمھارا ذاتی غم بنتا ہے۔ کسی کو اس کی اجازت ہی نہ دو کہ وہ تمھارے دل کے اس حد تک قریب آ سکے ـــــ شانوجہ تمھیں نہیں رو رہا ہے۔ تم شانوجہ کو رو رہی ہو ـــــ تم جب کبھی

کسی گھنے سائے کے نیچے سستائی ہو تو تم نے اُس پیڑ ہی سے اپنے جذباتی رشتے قائم کر لیے ہیں جس نے تمھیں یہ سائے دیے تھے اور جب وہ پیڑ خزاں کے ہاتھوں جھلس گیا ہے تو تم اُس کی بے سر و سامانی پر آنسو بہانے کے لیے چلتے چلتے ٹھہر گئی ہو اور جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوا ـــــ مسرتوں کا وہ کارواں جو تمھارے ساتھ تھا تمھیں پیچھے چھوڑ کر نکل گیا ہے اور پھر بھولی بھٹکی تم کبھی اس کارواں سے ملی ہو تو اُس نے تمھیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔

"خیر چھوڑو بھی ـــــ چلو تیار ہو جاؤ آج میں بہت پیوں گی۔"

"ضرور پیو۔"

کوشلیا نے بہت دھیمی آواز میں آئینے کے سامنے سنورتے ہوئے کہا۔

"ضرور پیو ـــــ لیکن آنسو سمجھ کر نہیں ـــــ پی کر اُداس ہو جانا حماقت ہے۔ پیسہ ضائع کر کے ہم اپنی زندگی کا دُکھ درد کم نہیں کر سکتے اور زیادہ کر لیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نے شراب سے بے وفائی کی ہے ـــــ اُس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ـــــ اور یہ بدسلوکی تم نے اکثر روا رکھی ہے ـــــ پی کر عورت کو ایک شگفتہ پھول بن جانا چاہیے۔ ایک خوشبو، ایک نغمہ، ایک تبسم ـــــ لیکن پینے کے بعد اگر تم کسی پھول پر بھی غصہ کرتی ہو تو اُس کی پنکھڑیوں کو نوچ کر پھینک نہیں دیتیں بلکہ اُس کو ہاتھ میں مسل کر رہ جاتی ہو

"بس کرو ورنہ ابھی رو پڑوں گی ـــــ اور سن لو آج میں بروڈوے نہیں چلنے کی۔"

"کیوں نہیں چلو گی ـــــ میں آج جہاں چاہوں گا تم وہاں چلو گی۔ مجھے شانوجہ کے کمرے کے برابر ہی کمرہ ملا ہے جس میں وہ بلونت یعنی تمہارے پیارے لال کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔"

"جانتی ہوں۔"

"یہ بھی جانتی ہو؟"

"ہاں۔"

"تو یہ بات بھی تمھیں شانوجہ نے بتلائی!"

"ہاں۔"

"تو پھر اب اور کیا باقی رہ گیا ہے جو تم شانوجہ سے چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں چاہتی ـــــ کچھ بھی نہیں چاہتی ـــــ لیکن یہ بھی کیا ضروری ہے کہ اپنی رسوائیوں کو دیکھ چکنے کے بعد اب اپنی آنکھوں پر یہ ظلم بھی کروں کہ وہ شانوجہ کی بربادیاں دیکھیں۔ اپنے دل پر یہ ظلم کیوں کروں کہ اُس کو اپنی دھڑکن کا پتہ ہی نہ ہو۔ اپنے احساسات کی بھٹی پر اس قدر تیل بھی کیوں ڈالوں کہ وہ منٹ بھر میں میری ہستی کو جلا کر خاکستر کر دے ـــــ تم لوگ آخر مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو ـــــ بتاؤ بولو؟"

"جذباتی ہو رہی ہو کوش ـــــ میں تمھیں وہاں لے جانا چاہتا ہوں جہاں تم بہر حال جاؤ گی۔ کیا تم کبھی بھی بروڈوے کا رُخ نہیں کرو گی جب تمھیں معلوم ہو گا کہ شانوجہ بھی وہاں ہے۔ تم یوں سمجھو کہ شانو بھی بازار میں وہی دوکان لگا کر بیٹھ رہا ہے جو تم نے سجا رکھی ہے۔ آنے والے خوشحال مسافروں کی اکثریت ابھی تمھاری دوکان ہی پر مطمئن ہوتی ہے۔ جو بچ رہے ہوا انھیں شانوجہ نہیں چھوڑتا۔ چند ایک ایسے ہوں گے جو شانوجہ ہی کے خواہاں ہوں گے ـــــ بہر حال یہ سب کچھ چلتا رہے گا اور شانوجہ ان ساری باتوں کے لیے تیار ہو چکا ہے ـــــ پیارے لال کہہ رہا تھا، لونڈا بہت تیز ہے۔ بلا ہے بلا۔ اچھی رقمیں گھسیٹ لیتا ہے ـــــ خانوں کے سردار تک میں نے ہی اُس کو پہنچایا۔ سردار اُس کا اس قدر گرویدہ ہوا ہے کہ پوچھو نہیں ـــــ اُس نے بہت کچھ اُسے دیا ہے۔ تحفے تحائف الگ دیتے ہیں۔ لونڈے نے کہیں چھپا دیا ہے۔ مجھ سے بھی اُس نے پوشیدہ رکھا۔ اب یہ ہر ماہ اُس کے پاس جایا کرے گا ـــــ ماہانہ دو سو روپے ہر صورت میں شانوجہ کو ملتے رہیں گے خواہ کسی ماہ خان سے اُس کی ملاقات نہ بھی ہو۔ ویسے خان اب یہاں بروڈوے بھی آیا کرے گا ـــــ ہاں شانوجہ نے مجھ تک کو نہیں چھوڑا ـــــ پیسے بٹور لئے اور میری وہ دستی گھڑی ہتھیا لی جو اسمگل کی گئی تھی۔

اُس نے اور بہت سی باتیں بتلائیں کوش۔ وہ کہنے لگا کہ لونڈا آج ہی

سے اپنے مستقبل پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری اس عمر کی چاندنی کے دن مختصر ہیں اور یہ چٹکتی ہوئی چاندنی ماند پڑ جائے گی تو پھر کوئی چکور میری طرف نہیں اڑے گا ـــ تم لوگ جو محبت، ہمدردی ساری عمر کی رفاقت اور جذبات کی بات کرتے ہو، میری اس عمر میں جو تمھارے کام کی نہیں ہوگی اپنی محبت، ہمدردی اور جذباتیت کو میرے پیٹ کا ایندھن بنا سکو گے؟

وہ کہتا ہے دکان کے ایک تنکے کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ خود دکان کے مالک کو بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو یہ تنکا اٹھا کر مفت دے دے۔ یہ عمل تجارت کے اصول کے خلاف ہوگا۔"

ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔

"پیارے لال کہہ رہا تھا کوشش کرشانو نے آج تک ایک بوسہ بھی کسی کو مفت نہیں دیا ـــ وہ ہر لمحہ کا حساب چکا لیتا ہے۔ سفاک اس قدر ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ ہوگا تو ایک نگاہِ غلط انداز بھی ہم پھر نہ ڈالے گا ـــ جو اس کے ہو گئے ہیں وہ اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ جس وقت وہ آپ کی ملکیت ہوتا ہے اس وقت آپ سے والہانہ عشق کرتا ہے۔ کچھ اس طرح آپ کی تسکین کا باعث ہوتا ہے کہ آپ اس کو بھول نہیں سکتے۔ آپ کے ایک ایک پل کو خوشی اور مسرت عطا کر دیتا ہے ـــ اس کی رفاقت میں بیتا ہوا ایک ایک لمحہ یاد کا جگنو بن کر اپنی تنہا اندھیری راتوں میں ساتھ ہو جاتا ہے۔

"بس کرو ـــ پھر تم بھی اسی کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے۔"

ڈیر بالڈ ہنس پڑا ـــ "اوہ۔ تم ایک ہی جست میں ماں سے عورت بن گئیں ـــ میں تو اس کے پاس کبھی نہیں جاؤں گا کوش ـــ لیکن تمھاری زندگی میں داخل ہونے والے کتنے ہی ایسے نکل آئیں گے جو تمھیں نہ پا کر شانوجہ کی طرف جائیں گے اور شانوجہ کو نہ پا کر تمھاری طرف آئیں گے اور تمھیں اس زندگی کو گوارہ کرنا ہوگا ـــ اگر برو دیے، فیروزسا اور جھیل کے اس مثلث میں تمھیں اپنی دکان چلانی ہے ـــ تم اس مشترک گاہک کو جو تمھاری اور شانوجہ دونوں کی سیڑھیاں چڑھے گا کیا کہہ کر روکو گی ـــ تمھارے اور اس کے درمیان کون سے جائز رشتے کی دیوار رہے گی۔ تم جو کام کر رہی ہو اس کام کی بنیاد ہی اس تصور کے مٹ جانے سے شروع ہوتی ہے۔ خودساختہ اخلاقیات کی گٹھری کسی گدھے پر لاد کر تم مندر کی داسی تو بن سکتی ہو اس لیے کہ دیوتا گناہ چھپا لیتے ہیں اور پھر انھیں دھو کا بھی دیتے ہیں ـــ لیکن بازار میں بیٹھ کر تم سرے سے وہ سیڑھی اکھاڑ پھینکنا چاہو جو ہر مسافر کو تم تک پہنچنے کا حق دیتی ہے تو تمھارا کاروبار چل چکا۔"

"میں کب چاہتی ہوں کہ یہ دکان چلتی رہے۔"

"یقیناً چاہتی ہو ـــ مجھ سے ملنے کے بعد تمھاری امیدوں کے ٹمٹماتے ہوئے دیے جن کی روشنی میں تم دور تک میرے ساتھ چلی آئی

تھیں سب کے سب بُجھ گئے ہیں ۔۔۔ تم سمجھتی رہیں کہ میں تمھیں اس طرح
اپنا لوں گا کہ تم امید کے ان چراغوں کو میرے گھر کے گوشے گوشے میں سو
سو جتن سے جلاتی رہو گی کہ سارے گھر میں تمھاری محبت کے اُجالے بکھر
سکیں لیکن آہستہ آہستہ جب تم مایوس ہوتی گئیں تو تم نے مُجھ سے اس ضمن
میں استفسار کرنا بھی چھوڑ دیا ۔۔۔ کبھی مجھے اپنے وعدے بھی یاد نہیں
دلائے کہ میں نے تمھیں تمھاری اپنی دانست میں کتنا اونچا اُٹھا لینے کی قسمیں
کھائی تھیں ۔۔۔ آخرش تم اس جال سے نکل آئیں جس کو تم نے میری خاطر
اپنے اطراف بُن رکھا تھا اور پھر ہر آنے جانے مسافر سے ملنے لگیں۔
اور اس کے بعد تمھیں اپنی دکان کو پھر سے چلانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا
"سو تو میں چلا رہی ہوں۔"
"لیکن پٹ بھیڑ کر ۔۔۔ چوروں کی طرح۔"
"تو پھر میں کیا کروں؟"
"شانتو جہ بن جاؤ۔"
"یعنی؟"
"یعنی گناہ اس طرح کرو جیسے تمھارا حق ہے۔"
کوشلیا نے اپنے جوڑے سے گلاب کا ایک پھول نکال لیا اور خیالوں میں گم
اُس کی پنکھڑیاں نوچنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"
"سوچ رہی ہوں اپنی زندگی کے ساتھ بھی سلوک کروں جو اس پھول سے
کر رہی ہوں تو بھی کیا بُرا ہے۔"
"کر سکو گی؟"
"کیا معلوم۔"
"اور اگر کر سکیں بھی تو کسی کا کیا ہوگا؟"
"کچھ نہیں۔"
"پھر اس سے حاصل؟"
"مجھے یہ دیکھنا نہیں ہے۔"
"تو پھر اُٹھو، برودے چلتے ہیں ۔۔۔ آج رات وہیں گزار کر تم صحیح فیصلہ
لے سکتی ہو۔ جس زندگی سے تم بھاگ رہی ہو وہی زندگی تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔
۔۔۔ لیکن تم بہت جلد تھک جاؤ گی اس لئے کہ تم میں بھاگنے کا یارا بھی تو
نہیں ہے۔"
اُس نے جوڑے میں پھول برابر کئے اور بڑی بے دلی سے خود کو آئینے میں
میں دیکھا۔ جب وہ تیار ہو کر ڈیر بالڈ کی طرف ساتھ چلنے کے لئے پلٹی تو وہ ہنس
رہا تھا۔
"اب کیا کوئی نئی بات کرنے والے ہو؟"

"ہاں۔"

"پھر کہو بھی۔"

"خوش ہوں کہ تمھیں اپنے حسن کا، اپنی کشش کا، اپنی موہنی کا شدید احساس ہے ؛"

"یہ کس طرح تمھارے دماغ میں آیا۔"

"اس لیے کہ جب تم زندگی سے انکار کرتی ہو تو آئینے میں اپنا عکس تک نظر بھر کر نہیں دیکھ پاتیں ؛"

"کیوں نہیں دیکھ پاتی ؟"

"اس لیے کہ تم زندگی سے پیار کرنے لگو گی۔"

کوشلیا ہنس پڑی ـــــ ڈیر بالڈ نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا پھر ہاتھ ہاتھ میں لے کر دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔

"تمھارا سوٹ کیس ساتھ رکھ لوں ؛" ـــــ کوشلیا نے جیسے چونک کر کہا،

"کیوں کیا یہاں محفوظ نہیں رہے گا ؟"

"پھر بھی احتیاط مناسب ہے ـــــ اتنی ساری رقم ساتھ رکھتے ہو۔ چابیاں میرے حوالے کر دیتے ہو اور مجھے بتلاتے تک نہیں کہ سوٹ کیس میں اتنی بڑی رقم ہے۔ اگر میں چابیاں ادھر ادھر ڈال دوں۔ سوٹ کیس ہی کھلا چھوڑ کر بھول جاؤں ـــــ کوشلیا یہ کہتے کہتے پھر ڈیر بالڈ کی بیوی بن گئی تھی ـــــ

اب ڈیر بالڈ کی معیت میں اس نے پھر اپنا گھر تعمیر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک چاہنے والی بیوی، ایک مشفق ماں اس کے اندر انگڑائی لے رہی تھی۔ ڈیر بالڈ نے اس کو بغور دیکھا ـــــ وہ جانتا تھا کہ کوشلیا اب کیا بن گئی ہے۔

"رقم یہیں محفوظ کر سکو تو بہتر ہے" ـــــ ڈیر بالڈ نے کہا۔

"تو پھر چلو یہیں رکھے دیتی ہوں" ـــــ ڈیر بالڈ نے نوٹوں کا ڈوری میں بندھا ہوا پلندہ نکال کر کوشلیا کے حوالے کیا۔

میرے ساتھ آؤ ـــــ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کا ہاتھ تھام کر اس کو اپنے سونے کے کمرے میں گھسیٹا ـــــ جس کی آدھی سے زیادہ دیواریں اینٹ اور گارے کی تھیں اور جس کا چھپر زیادہ دبیز معلوم ہوتا تھا ـــــ اپنے پلنگ کے نیچے سے ایک بھاری بھرکم صندوق کو گھسیٹ کر اس نے باہر نکالا۔ ـــــ پھونک مار کر گرد جھاڑی اور ڈیر بالڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیکھو یہ ہے میری تجوری ـــــ بس یہاں اس سے زیادہ محفوظ مقام کوئی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے رکھ دو۔" ڈیر بالڈ نے اطمینان سے کہا۔

کوشلیا نے صندوق کھولا اور نوٹوں کا پلندہ احتیاط سے ایک کونے میں رکھ کر صندوق کو مقفل کرتے ہوئے کہا۔ نوٹوں کے ساتھ کچھ اور کاغذات

بھی تو ہیں۔

دراصل کوشلیا اپنے خطوط کی طرف اشارہ کرنا چاہتی تھی — ڈیربالڈ سمجھ گیا وہ کہنے لگا — "وہ بھی نوٹ ہیں اور وہی نوٹ میری محبت کی دنیا میں چلتے ہیں جب کہ مارکیٹ میں اُن کا چلن نہیں اور وہی نوٹ مجھ کو بہت پیارے ہیں۔"

"سچ کہتے ہو کہ وہ نوٹ تمھیں اتنے پیارے ہیں۔"

ڈیربالڈ کوشلیا کی کمزوری جانتا تھا — "تم چاہو تو اسے جھوٹ بھی سمجھ سکتی ہو — یہ تمھارا معاملہ ہے۔"

کوشلیا نے بڑے پیار سے ڈیربالڈ کو دیکھا اور نظروں ہی نظروں میں اُس کو یقین دلایا کہ وہ اُس کی محبت پر کوئی شک نہیں کرتی ہے۔

کمرہ مقفل کر کے جب دونوں باہر نکلے تو کاکا بجرے کو کنارے سے لگا چکا تھا۔ شام کا دھندلا ماحول جھیل میں دور تک پھیلی ہوئی سیال چاندی پر کاجل بن کر گر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب تھوڑی ہی دیر میں اس کاجل کی تہیں جھیل کے پانی پر جم جائیں گی لیکن آسمان پر ٹمٹماتے دو چار تارے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ کالی کالی رات جب جوان ہو کر فیوزرے، برودلے اور جھیل کے مثلث پر چھا جائے گی تو وہ بھی اپنی چھپی ہوئی بے شمار فوج لے کر دیکھتے دیکھتے جھیل میں اُتر جائیں گے۔

کاکا قریب آ گیا تو کوشلیا نے اُس کو گرم کوٹ پہننے کی تاکید کی جو کبھی ڈیربالڈ نے اُسے بطور تحفہ دیا تھا اور ڈیربالڈ نے سگرٹ اپنے ہاتھوں سے کاکا کے ہونٹوں میں لگا کر لائٹر سے جلایا اور دونوں ہاتھ ہلا کر روانہ ہو گئے — کاکا نے جواب میں مسکراہٹ بکھیر دی اور کوشلیا کو مطمئن دیکھ کر اُس نے خوشی محسوس کی۔

"تم بتا سکتی ہو کہ یہ برودلے کس زبان کا لفظ ہے اور اُس کا کیا مفہوم ہے؟" — ڈیربالڈ نے کوشلیا سے پوچھا۔ وہ احاطے کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر چل رہے تھے۔

کوشلیا نے بڑی سادگی سے جواب دیا — "بس میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ یہ گیسٹ ہاؤس کا نام ہے — اس سے زیادہ جاننے کی میں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔"

"لیکن میں تمھیں بتلا دوں تو یقیناً تم ہنس پڑو گی اور تمھیں اندازہ ہو گا کہ عام بول چال میں بعض الفاظ مختصر ہو کر کتنے خوبصورت بھی ہو جاتے ہیں — لیکن پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمھاری ذہانت کا امتحان لے لوں — میں تمھیں سوچنے کے لئے دو منٹ دیتا ہوں۔ اگر تم بتلا دو تو برودلے پہنچتے ہی تمھیں انعام دوں گا اور وہ ایسی چیز ہو گی کہ تم یقیناً خوش ہو جاؤ گی اور جو نہ بتلا سکو تو تمھیں کڑی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔"

"اور جو میں بغیر کچھ سوچے سزا ہی بھگتنے کو تیار ہو جاؤں تو؟"

"تو پھر میں تمھیں پہلے سزا دوں گا پھر انعام دوں گا۔"

"چلو میں ہار مانتی ہوں اس طرح مجھے دونوں ہی ملیں گے، سزا بھی اور انعام بھی۔"

"تو ہار مان لی؟"

"ہاں — زندگی میں ایک اور ہار سہی۔"

بروڈلے انگریزی کے Broad Luke "براڈ لیک" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بول چال میں یہ بروڈلے ہو کر مختصر بھی ہو گیا ہے اور خوبصورت بھی جیسے تم کوشلیا سے کوش ہو کر زیادہ خوبصورت ہو جاتی ہو۔

کوشلیا نے تعجب کا اظہار کیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ بروڈلے کی اصلیت کیا ہے اُسے خوشی ہوئی۔ ڈیربالڈ نے اس کے اشتیاق کو بڑھانے کے لیئے کہا تھا کہ جب وہ کوشلیا کو سزا دے گا تو اُس کو بروڈلے کی نسبت مزید معلومات بہم پہنچائے گا۔

ڈیربالڈ اور کوشلیا چلتے ہوئے اب جس تراہے پر پہنچے تھے وہاں سے فیروزے صاف دکھائی دیتا تھا — اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ فیروزے کی جگمگاتی روشنیوں میں کتنے غم آتشِ سیال میں ڈھل کر نکھر رہے ہیں۔ کتنی جھوٹی سچی محبتیں وداع بھی ہو رہی ہیں۔ مستقبل کے لیے وعدے وعید

بھی کر رہی ہیں۔

فیروزے میں دیس دیس کے مسافر جمع ہوتے تھے۔ دیس دیس کا غم اور دیس دیس کی خوشی سینوں میں بند ہو کر یہاں آتی تھی۔ یہاں فیروزے میں ہم نے جہاں سسکیاں سنی ہیں قہقہے بھی ساتھ ساتھ سُنے ہیں — غموں اور خوشیوں کے ان ساتھ ساتھ رہتے ہوئے انسانی جذبوں کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی نسل اور نہ کوئی دیس۔

"فیروزے اپنی طرف کھینچتا تو ہے" — ڈیربالڈ نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔ تم زیادتی کر رہی ہو — فیروزے کا تصور بنسن کو جُدا کر کے اُسی طرح نہیں کیا جا سکتا جیسے شانوجہ کو جُدا کر کے آج بھی تمھارا تصور ممکن نہیں ہے۔ فیروزے تو شانوجہ سے زیادہ وفادار ہے۔"

بروڈلے کی جانب گھومتے ہوئے ڈیربالڈ اور کوشلیا نے فیروزے کی کھڑکیوں اور روشندانوں سے چھنتی ہوئی جگمگاہٹ پر آخری نظر ڈالی۔ پھر اُن کی پشت فیروزے کی طرف ہو گئی اور درختوں کا نہ جھنڈ راستے کے آخری بجلی کے کھمبے کے پاس ہی نظر آنے لگا جہاں سے چڑھائی شروع ہو جاتی تھی اور جہاں راستہ بل کھا کر ڈرا ڈرا سہما سہما گھنے درختوں کے اُن تاریک سایوں میں داخل ہو جاتا تھا اور کھائی کے قریب پہنچتے پہنچتے دم سادھے اس طرح لیٹ رہتا تھا کہ کسی بھی مسافر کے تلوے کو گدگدانے کی بھی اس میں ہمت

نہ رہتی تھی۔

"واقعی ڈیر ایسا لگتا ہے کہ کھائی کے قریب ان گھنے سایوں میں سے گزرنے کے لیے راستے پر جبر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آخری بجلی کے کھمبے تک پہنچ کر، دیکھو راستہ کتنا اُداس ہو گیا ہے ــــ گویا اس کے بس میں ہوتا کیمرے کی فلم کی طرح ایک سرا چھوڑتے ہی بل کھا کر فیوزے تک سمٹ آتا۔

"سچ کہتی ہو لیکن راستہ بہرحال راستہ ہے اور تمھیں اپنی بقیہ زندگی میں اس راستے ہی کا تحمل سیکھنا چاہیئے۔"

یکایک سڑک کے اسی آخری بجلی کے کھمبے کے پاس جہاں اُجالا بھی مجبورِ محض معلوم ہوتا تھا تیز روشنیاں رقص کرنے لگیں ــــ یہ یقیناً کوئی فراٹے بھرتی ہوئی موٹر تھی جس کی روشنیاں قطار اندر قطار گھنے سایہ دار درختوں کے درمیان تیزی سے لپک کر راستہ ناپ رہی تھیں۔

بجلی کے کھمبے تک پہنچتے پہنچتے جب موٹر سڑک پر گھوم کر کوشلیا اور ڈیربالڈ کی جانب پلٹ گئی تو ساری سڑک اُن کی آنکھوں کے آگے منور ہو گئی ــــ چھکا چھک ایک پٹڑے کے پاس ہی دو ہیرے چمک اُٹھے۔ پھر جگمگاتے ہیرے چار ہو گئے اور کوشلیا اور ڈیربالڈ نے دو خرگوشوں کو روشنی میں مگن دیکھا ــــ پھر اُن کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ سڑک پر ایک کونے میں ہٹ آئے۔

شاید یہ شانوجہ کا موٹر ہو ــــ خانوں کے سردار کا یہ موٹر صرف سردار ہی کی سواری میں رہتا ہے لیکن شانوجہ سے کہہ کر بلونت نے اسے رات بھر کے لیے حاصل کیا ہوگا۔

"بلونت کون ہے؟"

"معاف کرنا ــــ وہی تمھارا پیارے لال۔"

"اوہ ہاں ــــ میں بھول گئی تھی۔"

موٹر قریب آیا اور بریک لگنے کی آواز ہوئی ــــ پھر جیسے ہوائی جہاز فضاؤں سے اُتر کر زمین پر جھول رہا تھا۔

چھک سے موٹر کا اندرونی حصہ منور ہو گیا ــــ کوشلیا نے دیکھا۔ پیارے لال اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے بڑے تمکنت سے بیٹھا تھا اور پائپ اس کے دانتوں میں دبی خوشبودار دھواں پھینک رہا تھا ــــ

"میں تمھارے موٹر کو دور ہی سے پہچان گیا تھا ــــ" ڈیربالڈ نے پیارے لال سے کہا جو دونوں ہاتھ جوڑ کر کوشلیا کو پرنام کر رہا تھا۔

لیکن کوشلیا نے منہ پھیر لیا۔

پیارے لال کوشلیا کی خفگی پر مسکرایا۔

"شانوجہ کہاں ہے؟" ڈیربالڈ نے سوال کیا۔

"وہ برونزے پر میرے انتظار میں آئینے کے آگے بیٹھا سنور رہا ہوگا۔"

—— یہ کہہ کر پیارے لال نے کنکھیوں سے کوشلیا کو دیکھا جو نظریں جھکائے سڑک کو تک رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" —— پیارے لال نے ڈیربالڈ سے پوچھا۔

"بر ووے"۔

"تو پھر آجاؤ —— میں ابھی نیبرز سے کھانے کی کچھ چیزیں لے کر ندوے لوٹوں گا —— ساتھ ہی چلتے ہیں —— منزل ایک ہی ہو تو ساتھ چلنے میں پس و پیش کیوں کریں —— اور اُس نے پیچھے کی طرف جھک کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"چلو کوش" —— ڈیربالڈ نے کوشلیا کی بانہہ پکڑ کر اُس سے کہا۔

"نہیں" —— کوشلیا نے بانہہ چھڑا کر اپنی ناراضگی کا کھلا اظہار کیا۔

"چلو بھی" —— ڈیربالڈ نے پچکارا۔

"نہیں نہیں —— میں کہہ چکی ہوں" —— کوشلیا پرے ہٹ گئی۔

"دیکھیے بھئی —— آپ بے سبب مجھ سے خفا ہیں ——" پیارے لال بڑی نرمی سے کوشلیا سے مخاطب ہوا لیکن کوشلیا نے اس طرف دیکھا بھی نہیں۔

"اچھا بلونت تم چلو بھئی —— ٹاٹا" —— اور ڈیربالڈ ہاتھ ہلا کر بڑھ گیا۔ کوشلیا دو چار قدم آگے ہی نکل چکی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم پھر ولیموں سے کام لوگے لیکن میں اب کسی بحث کے

موڈ میں نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں گی کہ تم اتنی دیر خاموش رہو جب تک کہ میں خود کچھ نہ کہوں۔"

ڈیربالڈ خاموش ہو رہا —— اُس نے جواب بھی نہیں دیا اور دونوں اس طرح راستے پر چلتے رہے جیسے ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوں لیکن چاہتے ہوں کہ بات کریں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کی موت پر بہت دیر تک خاموش رہ کر اظہارِ تعزیت کر چکے ہیں۔" —— ڈیربالڈ نے یہ بات اُس وقت کی جبکہ سڑک بل کھا کر درختوں کے تاریک سایوں میں داخل ہو رہی تھی اور کچھ ہی دُور پر وہ اُس کھائی کے پاس سے گزرنے والے تھے جس میں کئی دن سے کوشلیا نے کوئی گلاب نہیں پھینکا تھا۔

لیکن کوشلیا اب بھی خاموش رہی۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس بار کھائی میں گلاب ضرور پھینکتا چلوں۔"

کوشلیا نے اب بھی کچھ نہ کہا۔

ڈیربالڈ بھی کچھ دیر کے لیے چُپ ہو رہا —— لیکن جب وہ کھائی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو اُس نے بانہہ پکڑ کر کوشلیا کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"تم آخر مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہو؟"

کوشلیا نے اُس کے سینہ پر سر رکھ دیا تو ڈیر بالڈ نے اپنی قمیض پر آنسو کی نمی محسوس کی۔

"میں جانتا ہوں کوش تم بہت دُکھی ہو ۔۔۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری اس زندگی میں اگر میں ۔ شامل نہ ہوتا تو شاید تم خودکشی کر لیتیں ۔۔۔ لیکن تمہارے بس میں اب کچھ بھی نہیں ہے ۔۔۔ نہ موت، نہ زندگی ۔۔۔ صرف آنسو تو زندگی کی کوئی پونجی نہ ہوئے اور اگر ان کو بھی تم بے دریغ لٹا دو گی تو پھر تم ہی بتاؤ رہ ہی کیا جائے گا ۔۔۔ کچھ تو رکھو کوش ۔۔۔ اپنے لیے کچھ تو بچا کر رکھ لو جان۔"

ڈیر بالڈ نے یہ بات کچھ اس درد سے کی کہ کوشلیا نے مسکرا مسکرا کر آنسو پونچھ لیے ۔۔۔ اور اپنے جوڑے میں ٹنکے ہوئے گلابوں میں سے دو گلاب نکال کر اُس نے ڈیر بالڈ کے ہاتھ میں اس طرح رکھ دیے جیسے زندگی بھر کی پونجی سونپ رہی ہو۔

ڈیر بالڈ نے ان پھولوں کو چوما اور ہاتھ بڑھا کر کھائی میں پھینک دیا۔

برنولے گسٹ ہاؤس کی چڑھائی شروع ہو چکی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے آگے چل پڑے تھے۔ کوشلیا بہت تھک گئی تھی ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے کہا۔ "کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی تھک گئے ہیں ۔۔۔ میں نے کبھی کبھی یوں بھی سوچا ہے کوش ۔۔۔ لیکن آج تمہارے

سامنے اعتراف کر لینے سے دل کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ سوچتا ہوں تمہاری محبت نہ ملتی تو میں کیسے جی پاتا۔"

پیچھے سے آتی ہوئی کار نے راستہ کو منور کر دیا تھا ۔۔۔ اس روشنی سے فائدہ اٹھا کر کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی آنکھوں میں جھانکا تو اُس کو ان آنکھوں میں پیار کے گھنے سائے نظر آئے جو کڑی دھوپ میں پناہ بھی دے سکتے تھے۔ اور گھپ اندھیروں میں روشنی بن کر راستہ بھی سجھا سکتے تھے۔

پیارے لال کا موٹر فرّاٹے بھرتا ہوا قریب آ کر رُک گیا۔

کوئی خدمت؟ ۔۔۔ پیارے لال نے بظاہر ڈیر بالڈ سے پوچھا لیکن وہ کوشلیا کو تاک رہا تھا۔

"یہی کہ تم جا سکتے ہو" ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے رکھائی سے کہا۔

موٹر کھڑے کھڑے جھول گیا ۔۔۔ پھر فرّاٹے بھرتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"اس طرح بھی کوئی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے؟" ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے اپنی ہی سوچ میں گم اس طرح اپنے آپ سے کہا جیسے کوشلیا سے کہہ رہا ہے۔

"واقعی موٹر بڑی سفاک سواری ہے۔ جانے والے کو منٹ بھر میں جدا کر دیتی ہے۔

میں بھی کبھی تمہاری زندگی سے اسی طرح گزر جاؤں تو؟"

"گزر سکو گے؟"

"مشکل ضرور ہے۔ لیکن شاید ناممکن نہیں۔"

کوشلیا ہنس پڑی۔ "جھوٹ بول کر دھونس جماتے ہو — میں تو یہ کہتی ہوں کہ بہت آسان ہوتے ہوئے بھی تمھارے لیے اب ممکن نہیں۔"

ڈیربالڈ نے کوشلیا کے ہنستے ہوئے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

چڑھائی ختم کر کے جب وہ برودے کے احاطے میں پہنچے تو ڈیربالڈ نے کوشلیا کا ہاتھ تھام لیا — "میرے ساتھ باتیں اور چلو۔ اب کی ہمیں کمرہ بہت اچھا ملا ہے — برودے کے احاطے میں ہوتے ہوئے بھی جیسے برودے سے الگ ہے۔"

چلتے چلتے کوشلیا نے برودے کے احاطہ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی — پھولوں کے درختوں میں چھوٹے چھوٹے بجلی کے قمقمے پیارے سے لگ رہے تھے۔ رنگ برنگی چھتریوں کے نیچے بید اور پلاسٹک سے بنی ہوئی رنگارنگ گول گول، کرسیاں بکھری ہوئی بھلی لگ رہی تھیں۔ زیادہ تر لوگ شاید اپنے اپنے کمروں ہی میں تھے کیونکہ کمروں کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور قہقہے روشنیوں کو لے کر اڑ رہے تھے۔ اس خوبصورت سے احاطے میں کچھ لوگ ادھر ادھر چھتریوں کے نیچے بکھرے ہوئے تھے — رات خنک اور سرد تھی اس لیے برودے کا احاطہ پُراسرار خاموشیوں میں گھرا ہوا تھا۔

جو لوگ احاطے میں بیٹھے تھے وہ بڑی سنجیدگی سے جانے کن کن مسائل پر باتیں کر رہے تھے۔

برودے کی عمارت روشنیوں اور قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ احاطہ خاموش تھا۔ اس تضاد کی، جو پہلو بہ پہلو دیکھے جا سکتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ جنھوں نے برودے کی عمارت کی تیز روشنیوں اور ہنگامہ آرائیں سے فرار چاہا تھا، چھتریوں کے نیچے مدھم اور رنگین روشنیوں کے گوشوں میں مصروف راز و نیاز تھے۔

ذرا سا ٹھٹھک کر کوشلیا نے ڈیربالڈ کا ہاتھ دبایا۔

"وہ اس کونے میں کون ہیں؟"

ڈیربالڈ نے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا — "وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمھاری نظروں کو تلاش ہے۔ شانوجہ اور بلونت تو یقیناً اپنے کمرے میں پی رہے ہوں گے۔"

"کیا وہ بہت پینے لگا ہے؟"

"نہیں، کچھ ایسا زیادہ تو نہیں، بس ضرورتاً پی لیتا ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو گئی۔

جب وہ اور ڈیربالڈ کمرے میں داخل ہونے کے لیے برآمدے کی سیڑھیاں طے کر چکے تو انھوں نے دیکھا کہ برابر کے کمرے کے باہر ایک خوبصورت سی

لڑکی اکیلی بیٹھی اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ۔۔۔ اُس کے سامنے میز پر دو گلاس رکھے ہوئے تھے جو شاید وہسکی، برانڈی یا رم سے کچھ ہی دیر پہلے بھرے گئے تھے لیکن اس وقت ان گلاسوں میں نصف سے بھی کم رہ گئی تھی۔ لڑکی کے مقابل والی کرسی خالی پڑی تھی ۔۔۔ وہ اس قدر گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اُس کو کوشلیا اور ڈیربالڈ کی آمد کا پتہ تک نہ چل سکا۔

ڈیربالڈ نے اس لڑکی کو پہچان لیا ۔۔۔ سوٹ کیس رکھ کر اُس نے اپنے کمرے کا تالا کھولا اور کوشلیا اور وہ کمرے میں داخل ہو گئے ۔۔۔ سوئچ آن کر کے اُس نے لائٹ کھول دی تو کوشلیا نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"جلدی سے سوٹ کیس کھول کر وہسکی نکالو، مجھے بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے ۔۔۔"

ڈیربالڈ نے سوٹ کیس میز پر رکھ کر کھول دیا۔ بلجیم کٹ گلاس کا خوبصورت مگ نکال کر اُس نے بڑے ادب سے جھک کر کوشلیا کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔

"لیکن ڈیر میری بیئر کا تم نے کیا کیا؟ اس مگ میں تو وہسکی نہیں مجھے اپنی چہیتی بیئر پینی چاہیے۔"

"فیوزے سے میں نے بیئر کے باٹل لے لیے ہیں اور پانی بھرے ٹب میں

ڈال دیے ہیں۔ کمرہ محفوظ کرنے سے پہلے ہی میں نے بیئر کا انتظام کر لیا تھا۔"

"میں تمھاری ان نوازشوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔"

"صرف مسکرا کر، زبان سے کچھ کہے بغیر ۔۔۔ کیونکہ شکریہ کے لفظ سے ہم ایک دوسرے کو اجنبی سے لگنے لگتے ہیں اور آج تم خلافِ معمول میرا بار بار شکریہ ادا کر رہی ہو ۔۔۔ نوازش، عنایت، کرم، مہربانی، ان الفاظ کے استعمال سے تم میرے پاس ہو کر بھی کتنی دور معلوم ہوتی ہو۔"

مگ کو بیئر سے بھر کر ڈیربالڈ نے وہسکی کی بوتل کھولی اور گلاس میں ڈالتے ہوئے اُس نے کوشلیا کو سوڈا ملانے کے لیے کہا۔

ڈیربالڈ کے گلاس میں سوڈا ڈالتے ہوئے کوشلیا نے پوچھا۔

"شانوجہ کا کمرہ کہاں ہے، کیا وہ لوگ اس وقت کمرے پر نہیں ہیں؟"

"ابھی ابھی تم شانوجہ کو دیکھ چکی ہو ۔۔۔ لیکن اُس نے تمھیں نہیں دیکھا۔"

"کیا ۔۔۔ کیا وہ خوبصورت سی لڑکی ۔۔۔ وہ ۔۔۔ وہی۔"

"ہاں ۔۔۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تم دیکھتے ہی پہچان لوگی ۔۔۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم نے اُس کو بغور نہیں دیکھا ہے تو خاموش ہو رہا۔" لیکن وہ شاید تمھارے متعلق ہی سوچ رہا ہو گا" ۔۔۔ کچھ دیر خاموش رہ کر ڈیربالڈ نے اس طرح بات پوری کی۔

کوشلیا بلجیم کٹ گلاس کے حسین مگ میں جھانک کر بیئر میں اپنا عکس

دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے مگ اُٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور ختم کر کے شیشے کا مُنھ احتیاط سے مگ میں جھکا دیا اور خالی مگ میں بیر کی سطح اونچی ہوتی گئی ـــــ یہاں تک کہ وہ بھر گیا۔

"تم نے مجھے یہاں لا کر اچھا نہیں کیا ـــــ" کوشلیا نے بڑے پچھتاوے کے ساتھ اس جملے کو دہرایا۔

ٹویر بالڈ، جس نے وھسکی کا گلاس ابھی ابھی میز پر رکھا تھا ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر بعد تم کہو گی کہ میں نے کچھ ایسا بُرا بھی نہیں کیا۔"

"تمھاری باتوں اور تمھاری دلیلوں کے چکر میں پڑ کر جانے میں کیا کیا مان لیتی ہوں۔ لیکن یہ جو سینے پر ایک پتھر سا دھرا ہے اُس کو ہٹا سکوں گی؟"

"ہٹا سکتی ہو بشرطیکہ تم اچھائی اور برائی کے تصور ہی کو ذہن سے محو کر دو۔"

"نہیں کر سکتی۔ جس عورت نے ہر سانس میں کرب محسوس کیا ہے اور ہر گھنے سائے کے نیچے بیجان کر رُکتی رہی ہے کہ اُسے آگے جانا نہیں ہے وہ ابھی اتنی سفاک نہیں ہو سکتی۔"

"پھر وہ پتھر جو تمھارے سینے پر دھرا ہے دھرا رہے گا۔"

"جانتی ہوں ـــــ رہ سکتا ہے۔"

"لیکن جب تک یہ پتھر ہٹے گا نہیں تم شانو جہ کو کس طرح اپنا سکو گی۔"

"شانو جہ کو اپنانے کا اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"بکواس کرتی ہو ـــــ وہ تمھارا واحد ساتھی ہے جان، جسے تم نہیں چھوڑ سکتیں، نہ تمھیں چھوڑ دے تب بھی تم سے اس کی جدائی ممکن نہ ہو گی۔"

"اگر یوں ہو بھی تو کیا فرق پڑے گا ـــــ یہی نا کہ مجھے اپنی مجبوریوں سے پھر ایک بار سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ شانو جہ کا باپ لپکتے ہوئے کوندے کی طرح میری زندگی میں داخل ہوا اور میری رُوح کو جلا کر اتنی تیزی سے نکل گیا کہ میں اُسے پکڑ بھی نہ سکی۔ پھر کتنے ہی سرابوں کے پیچھے چلتے ہوئے میں نے ریت کے گھروندے بنائے لیکن نہ پانی کی بوندیں ملیں نہ یہ گھروندے رہ سکے ـــ زندگی کے اس چٹیل اور تپتے ہوئے میدان میں تم ملے تو میں نے سوچا کہ یہ بادل اُمڈ اُمڈ کر چھایا ہے بنا برسے چھٹے گا نہیں اور میں اس ننھے سے پودے کی، جو کہ وہ تنہا لق و دق صحرا میں سر اُٹھائے کھڑا ہے اب بڑے چین سے آبیاری کروں گی ـــــ لیکن تم ایک ایسے بادل تھے جو نہ کھُلتے تھے نہ برستے تھے اس کے باوجود میں نے کتنے ہی خواب دیکھ ڈالے پھر یہ سوچ کر بیٹھ رہی کہ چلو کچھ نہ سہی تم نے خواب تو دیے ہیں ورنہ جاگتی آنکھوں کو یہ بھی کہاں میسر آتے ہیں ـــــ شانو جہ نے لیکن ان خوابوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔"

"تم چاہو تو ان دھجیوں کو سمیٹ سکتی ہو۔ بکھرنے والے خواب پھر

تمھاری آنکھوں میں نیند بن کر سما سکتے ہیں — صرف اپنے سوچنے کے انداز بدل دو۔"

"میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہے۔ اب میرے پاس ہے ہی کیا۔ سوچ سوچ کر ہی سہی جی تو لیتی تھی — زندگی کو میں نے آنکھ کھولتے ہی بیسوا کی طرح چکلے پر دیکھا اس کے باوجود اُس کے ننگے سینے سے چمٹ کر زندہ رہی اس لیے کہ شانوجہ نے مجھے مرنے ہی نہ دیا۔ آج جب شانوجہ موت اور زندگی کے درمیان سے ہٹ گیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آرام نہ کر لوں — تھک کر چور ہو گئی ہوں — زخمی پیروں سے کب تک راستہ ناپتی رہوں گی جب کہ منزل کا کوئی نشان بھی نہیں رہ گیا ہے اب سوچنے کے لیے بھی تو کچھ نہیں رہ گیا۔"

ڈیر بالڈ نے اپنا گلاس خالی کر کے کافی مقدار میں وِھسکی انڈیل لی اور بقیہ گلاس کوشلیا نے سوڈے سے بھر دیا۔

ڈیر بالڈ نے بڑے بڑے گھونٹ لیے اور نصف گلاس سے زیادہ خالی کر کے اُس نے سگریٹ جلایا۔

کوشلیا خاموش تھی۔ ڈیر بالڈ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اتنا سنجیدہ کہ کوشلیا نے اس کو اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا — وہ سگرٹ کے لمبے لمبے کش لیتا اور سر اوپر اُٹھا کر چھت کی بلندیوں کی جانب دھواں پھینک دیتا — کوشلیا جانتی تھی کہ ایسے موقع پر وہ اکثر سگریٹ کا دھواں اس

کے چہرے پر پھونک کر اُس سے کہا کرتا ہے کہ چاند کے ابر میں چھپنے کا سماں اس سے مختلف نہیں ہوتا۔

وہ بھی اپنا خاص جملہ دہراتی ہے — "تم نے چاپلوسی شروع کر دی ہے۔ اب مجھے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔"

جب بھی کوشلیا زیادہ پی لیتی تو جانے اُس کی آنکھوں میں اتنے بہت سارے آنسو کہاں سے آجاتے کہ وہ ہنستی تب بھی اُس کی آنکھیں نم رہتیں۔

ڈیر بالڈ جان جاتا کہ کوشلیا کی آنکھوں میں ٹھہرا ہوا سمندر بہنے کے لیے کسی نئے غم کا سہارا چاہتا ہے — ایسے کسی غم کا جو وہ سوچ رہی تو غم ہی نہ بن سکتا تھا۔

لیکن آج کوشلیا کے لیے ڈیر بالڈ کو سمجھنا مشکل ہو گیا تھا — اتنا مشکل کہ وہ اپنے آنسوؤں کو بھول گئی تھی۔

"تم آج پہچانے نہیں جاتے ہو" — بیر کی نئی بوتل کو مگ میں احتیاط سے خالی کرتے ہوئے اُس نے ڈیر بالڈ سے کہا۔

اُس نے جیسے کوشلیا کی بات سُنی ہی نہیں۔

"تم کہاں کھو گئے ہو؟" — کوشلیا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

کچھ کہے بغیر ڈیر بالڈ نے کوشلیا کو لمحہ بھر کے لیے دیکھا — پھر گلاس اُٹھا کر اُس نے ہونٹوں سے لگایا اور خالی گلاس میز پر رکھ کر سگریٹ کے کش

لینے لگا۔

"تمھیں آج کیا ہو گیا ہے ڈیر؟" ـــــ کوشلیا نے کرسی پر اپنی نشست سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا ہو سکتا ہے" ـــــ ڈیر بالڈ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ ـــــ میں تو صرف اتنا سوچ رہا تھا کہ زخمی پیروں سے جب تم راستہ ناپتی رہی ہو اکوئی تمھارے ساتھ بھی اگر کبھی رہا ہے تو تم نے اس کو بالکل بھلا دیا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ڈیر ـــــ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ کس نے کس کو بھلا دیا اور کس نے بھلا دینے کی کوشش میں زندگی گزار دی ـــــ کوشلیا خاموش ہو گئی ـــــ ڈیر بالڈ نے پھر چُپ سادھ لی تھی ـــــ کوشلیا کہنے لگی ـــــ ہم ایسے مسافر ہیں کہ بس چلتے ہوئے بھلے لگتے ہیں۔ رُکتے ہیں تو سانس اُکھڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے ـــــ سو اٹھو ڈیر بھول جاؤ ان باتوں کو ـــــ آج پہلی بار تم رُوٹھے ہو اور میں منا رہی ہوں۔ محبت کا نہ پیمانہ ہے نہ ترازو ـــــ یہ تو ایک کھیل ہے زندگی اور موت کے درمیان۔ نہ میں حساب کتاب کروں نہ تم ناپو۔ اس کھیل میں ہار اور جیت تک کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔"

ڈیر بالڈ نے نظریں اُٹھائیں ـــــ کوشلیا نے دیکھا اس کی آنکھوں کا سمندر ڈیر بالڈ کی آنکھوں میں منتقل ہو چکا تھا۔

وہ اپنی کرسی سے اُٹھا ـــــ "میں ابھی وھسکی لے آتا ہوں۔ تمھاری بیئر لیتے وقت میں اپنی وھسکی بھول گیا تھا۔"

"تمھیں شیوز سے جانے آنے میں کافی دیر ہو گی۔ چلو میں بھی چلتی ہوں۔ میں یہاں اکیلی کیا کروں گی؟"

"نہیں میں شیوز نہیں جاؤں گا ـــــ میں نے پیارے لال سے کہہ دیا تھا۔ وہ لے آیا ہو گا۔ بس یہیں شانو کے کمرے تک جاتا ہے۔"

ڈیر بالڈ سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کوشلیا اس کو دیکھتی رہی ـــــ وہ چلا گیا تو کوشلیا کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ جب وہ برآمدے میں داخل ہوئی تھی تو اُس کا بدن تھکان سے ٹوٹ رہا تھا۔ لیکن اس وقت جب کہ وہ کرسی پر نیم دراز تھی خود کو بہت تازہ محسوس کر رہی تھی۔ ـــــ بیئر کا نشہ اس کے انگ انگ میں سرایت کر گیا تھا ـــــ تیز پینے کے سبب اس نے تیسری بوتل بھی نصف سے زیادہ چڑھا لی تھی ـــــ کوئی اس کی آنکھیں موند کر لوریاں دینے کے درپے تھا اور وہ نیند کی آغوش میں اپنا آپا تج دینے کے لیے تیار تھی۔

اس نے پل بھر کے لیے سوچا ـــــ اب اس سے زیادہ جاگا نہیں جائے گا۔ ڈیر بالڈ آئے تو وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سو جائے گی۔ یہی سوچتے سوچتے اُس نے دو ایک بار شانو جو کبھی ساری میں کبھی فراک در

شلوار میں کبھی فوجی وردی میں دیکھا اور پھر اونگھ گئی۔

درمیان میں ایک آدھ بار اُس کی آنکھ کھُلی تو نیند کے غلبے نے کچھ سوچنے نہ دیا اور وہ آخرِ شب گہری نیند سو گئی۔

جب وہ آنکھیں مل کر پوری طرح بیدار ہو رہی تھی تو اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنی کُٹیا میں نہیں ہے — اور اُس نے بجلی کی سرعت سے کُرسی پر اپنی نشست درست کر لی تھی اور ایک بھرپور جمائی کے دوران میں اُس کا بیدار ذہن اُس کی نیم خوابیدہ آنکھوں کو ساری کہانی یاد دلا چکا تھا کہ کس طرح، کب اور کیوں، بنگلے میں آئی ہے۔

ڈیر — ڈیر — اُس نے پکارا۔

پھر وہ بے قرار ہو کر اُٹھی — مچھردانی کو ایک کونے سے سرکا کر اُس نے پلنگ پر دیکھا لیکن بستر پر ایک سلوٹ بھی نہ تھی۔

وہ تڑپ کر پلٹی، کسی نے حقائق کا جیسے اُس پر انکشاف کر دیا۔ کسی نے اس کے کانوں پر ہونٹ رکھ کر جیسے سرگوشی کی، شانوجہ نے تم سے یہ رہا سہا سہارا ابھی چھین لیا ہے — تم شانوجہ کی ماں ہو — یا اُس کی — یا اُس کی سوکن؟

نہیں — نہیں — نہیں۔

اور کوشلیا پاگلوں کی طرح کمرے کے نمبر پڑھتی ہوئی شانوجہ کے کمرے

کا نمبر ٹھیک سے یاد کیا اور بند دروازے پر آ کر اُس نے بے تحاشہ دروازہ پیٹ ڈالا۔

شانوجہ انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھا "— کون ہے — کون ہے؟"

— جھنجھلا کر اُس نے زور سے پوچھا۔

لیکن کوئی پاگلوں کی طرح دروازہ مسلسل پیٹ رہا تھا۔

شانوجہ نے اپنے ننگے جسم کے اطراف شال لپیٹنے کے لیے پلنگ سے جست لگائی۔ پھولوں کی پنکھڑیاں جو اس کی پُشت اور چوتڑوں سے چمٹ گئی تھیں فرش پر آ گریں۔ وہ ان باتوں سے بے نیاز شال لپیٹ کر دروازے تک جا پہنچا اور چٹخنی کھول دی تو دروازے کے دونوں پٹ بیسوا کے محرم کی طرح کھُل گئے۔

کوشلیا نے پوچھا — "کہاں ہے وہ؟"

شانوجہ مُسکرایا — اُس نے کوشلیا کی پروا کیے بغیر کہا — میرے بدن پر کپڑے نہیں ہیں — میں شال کے اندر بالکل ننگا ہوں — خلافِ معمول تم اس ڈھنگ سے کپڑے پہنے ہوئے ہو جیسے رات تم نے کپڑے اُتارے ہی نہیں — پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں — لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ تم اب بھی مجھ سے یہ کہنے کے لیے نہیں آئی ہو کہ میں تمھیں ماں پکار سکتا ہوں۔"

کوشلیا نے شانو کے لگائے ہوئے زہریلے نشتر کو تڑپ کر محسوس کیا۔

"بکواس بند کرو ـــــ پہلے مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ ہے کہاں؟"

"وہ جا چکا ہے اور اگر ہوتا بھی تو تم اُس کا کیا بگاڑ لیتیں؟"

"تو تم اُس کا پہلو بھی گرما چکے ہو؟ ـــــ تم جانتے ہو ـــــ تم جانتے ہو کہ وہ میرا ـــــ"

شانو جو چونکا ـــــ اُس کی سمجھ میں آیا کہ کوشلیا پیارے لال کو نہیں اپنے ڈیر بالڈ کو پوچھ رہی ہے۔

شانو جو نے حقارت سے کوشلیا کو دیکھ کر کہا ـــــ "اونہہ اس کی گرہ میں اتنے دام نہیں ہیں کہ وہ مجھے اپنے پہلو میں لے سکے۔"

"ورنہ تم اس کے بھی ہو جاتے؟"

"نہیں جی ـــــ اس کے تو میں پتا جی کہہ کر پیر پکڑ لیتا۔ تم یہی چاہتی تھیں نا؟"

"مجھ پر طنز کرتے ہوئے افسوس ہے کہ تمہارا دل روتا نہیں ہے۔"

"روئے گا۔ آہستہ آہستہ روئے گا ـــــ پہلے تم مجھے ان سارے مردوں کا حلیہ بتا دو جو تمہارے ہو چکے ہیں، تاکہ جب وہ میری طرف ہاتھ بڑھائیں تو میں ان کی کلائی مروڑ کر پوچھوں کہ تم میرے باپ تو نہیں ہو۔ یا پھر ان کا گریبان پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں ـــــ تم سے کہوں کہ ماں پہچان یہ میرا باپ تو نہیں ہے ـــــ اور جب تم نفی میں سر ہلاؤ تو اپنا جسم اُس کی آغوش

میں دے دوں اور جو تم پہچان سکو کہ وہ کبھی تمہارے ساتھ بھی سو چکا ہے تو میں اُس کی ادا کی ہوئی ساری رقم لوٹا کر اُس کے پیر پکڑوں کہ پتا جی مجھے معاف کر دو۔"

کوشلیا مبہوت کھڑی شانو جو کی ان باتیں سُنتی رہی ـــــ پھر اُس نے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور چیخ پڑی ـــــ "شانو ـــــ شانو ـــــ بس کرو شانو۔"

کوشلیا کی چیخ کا یہ تیر شانو کے دل پر ترازو بن گیا ـــــ کوشلیا کو گھائل کرتے کرتے اُس کی بے بسی پر خود شانو گھائل ہو گیا۔

وہ منٹ بھر خاموش رہا ـــــ پھر بڑھ کر اُس نے کوشلیا کو سہارا دیا جو دروازے کا پٹ تھامے سسک رہی تھی۔

سہارا پا کر کوشلیا کمرے میں چلی آئی پھر اُس نے شانو کو نظر بھر کر دیکھا۔ پھر اُس کے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔

ہاتھ بڑھا کر شانو نے دروازہ بند کرنا چاہا تو اُس کو چٹخنی بہت مشکل سے نظر آئی کیونکہ آنسو اُس کی آنکھوں میں تیر گئے۔

اُس نے کوشلیا کو بھینچ لیا ـــــ "ماں ـــــ تو کیسے انکار کرے گی ماں کہ تو میری ماں نہیں ہے ـــــ میں تجھے جانتا ہوں ماں۔ تو نے سالوں کے پیچھے زندگی بتا دی ہے ـــــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس جہنم سے تو بھاگتی

رہی ہے میں اُسی جہنم میں تجھے کھینچ لایا ہوں ۔۔۔ میں بھی کوئی خوش نہیں ہوں
لیکن مجھے کوئی افسوس بھی نہیں ہے ۔۔۔ آج بھی مطمئن ہوں کہ میں بہتوں
سے اچھا ہوں ۔ وہ لوگ جو مجھ پر بے دریغ لُٹاتے ہیں وہ مجھ سے بڑے مجرم ہیں
ماں ۔۔۔ اُن کی گرہ میں جو دام میرے لیے ہوتے ہیں وہ رشوتوں اور ناجائز
ٹھیکوں سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصّہ ہیں ۔۔۔ لیکن زمانہ اُن کے
آگے جھکتا ہے ۔ ان کی بڑی بڑی موٹریں آنکھوں کو خیرہ کرکے اس طرح گزر
جاتی ہیں کہ آدمی کا خون نظر نہیں آتا ۔۔۔ ہمارا جرم تو اتنا ہے کہ
ہم اپنے ہی خون میں زہر ملا کر مگن ہو بیٹھے ہیں ۔۔۔ کل جب ایک اچھے سے بنگلے
سے اچھی سی کار میں بیٹھ کر تو اور میں نکلیں گے تو کتنی ہی نظریں تعظیم کو جھک
جائیں گی ۔ خدا کی خدائی سے انکار کرنے والے بہت سے دیکھے ہیں ، دولت کی
خدائی سے انکار کرنے والا تو نے آج تک دیکھا ہے ماں ؟ "

کوشلیا نے سب کچھ سُننے کے بعد بھی شانو کے سینے سے گردن اُٹھائی تو
اُس نے یہی سوال کیا ۔

" سچ بتا دے شانو کیا وہ یہاں آیا تھا ؟ "

" نہیں ماں ، وہ میرے پاس چاہے بھی تو آ ہی نہیں سکتا ۔۔۔ میں اُس کی
پہنچ سے باہر ہوں ۔۔۔ مجھ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتیں ۔ "

" پیارے لال کہاں ہے ؟ "

" وہ رات ڈھلتے جا چکا ہے ۔۔۔ اُسے صبح ہونے تک برہمن بستی سے ہوکر
شہر پہنچنا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ ڈیربالڈ بھی اُسی کے ساتھ گیا ہو ۔۔۔ لیکن تو
اس قدر دل گیر کیوں ہوتی ہے ۔۔۔ جانے دے رتنا ہے تو تجھے کون
سا نہال کر دیتا ہے ۔ اُلٹے تو ہی اس پر خرچ کرتی ہے "۔

کوشلیا خاموش ہو رہی ۔۔۔ نہیں رہے ۔۔۔ پھر وہ آگے کچھ اور نہ
کہہ سکی ۔ اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو دونوں ہاتھوں کی پشت سے مل کر
خشک کیا اور مسکرا کر کچھ اس طرح شانوجہ کو دیکھا جیسے دل ہی دل میں اُس
کی ذہانت کا اعتراف کر رہی ہو ۔

پھر اُس سے رہا نہ گیا اور اُس نے کہہ دیا ۔۔۔ " تو ایک دم کتنا
ہوشیار ہو گیا ہے شانوجہ "۔

شانو ہنسا ۔۔۔ " ایک دم ہوشیار ہو گیا ہوں ؟ " ۔۔۔ اُس نے سوالیہ
طور پر دہرایا ۔ اور جب پلٹ کر پلنگ کی طرف بڑھنا چاہا تو شال کا ایک حصّہ
جسے وہ اوڑھے ہوئے تھا اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُس کے پیچھے اس
طرح جھول گیا کہ کوشلیا نے اُس کی پشت پر اور اُس کے چیتھڑوں پر پیلے
گلاب کی پنکھڑیاں چمٹی ہوئی دیکھیں
یہ گلاب پیارے لال کے لیے شاید شانو نے اس وقت توڑے تھے جب
وہ مجھ سے ملنے کے لیے جھیل پر آیا تھا ۔

کوشلیا نے بڑھ کر شال اُس کی پشت پر اس طرح برابر کر دی جیسے اپنا ہی بدن چھپا رہی ہو۔

"تُو اب میرے ساتھ چلے گا نا؟" — کوشلیا نے لاٹے سے پوچھا۔

"تو تیرے گھر میں میرے لیے جگہ نکل آئی ہے؟ — میں جانتا تھا — تُو مجھے اپنے گھر سے نکال دے بھی تو اپنے دل سے نکال نہیں سکتی۔"

"کل پیارے لال سے ڈیر بالڈ نے اپنے لیے وِسکی منگوائی تھی۔ — تو جانتا ہے کچھ؟"

"نہیں ماں۔ — منگوا تا تو ضرور لینے آتا اور چھوڑ جاتا تو یقیناً بلّو میرے پاس چھوڑ جاتا کہ میں اسے دے دوں۔ — بلّو آدمی بُرا نہیں ہے ماں۔ کم سے کم اتنا تو ہے کہ جھوٹی سچّی محبت جتلا کر مفت میں میرے جسم تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا۔"

"کون بلّو؟"

"بلونت، یعنی تمہارا پیارے لال، اسے میں پیار سے بلّو پکارتا ہوں۔"

"تُو اسے چاہتا ہے اتنا؟"

"ہاں ماں رام بھرے بن جاتے ہیں تو میں رات کی رات ہر اُس مرد کو اتنا ہی چاہتا ہوں جس کے ساتھ رات گزارنی ہوتی ہے۔"

"پر سنا ہے کہ پیارے لال تیرے پاس زیادہ ہی آتا ہے۔

پہلے بھی تو اُس سے چھپ چھپ کر ملتا رہا ہے۔"

"اس لیے کہ پیارے لال مجھے پسند کرتا ہے۔ تو کہہ سکتی ہے کہ چاہتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے تو ڈیر بالڈ کو چاہتی ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو رہی۔

"دیکھ تو پو پھٹ رہی ہے — اچھا تو ذرا میرے بستر پر لیٹ رہ میں نہا دھو کر تیار ہو لوں۔

شانو جب غسل خانے میں چھپا کے سے داخل ہو گیا تو کوشلیا نے بستر پر بکھری ہوئی پیلے گلاب کی پنکھڑیاں دیکھیں۔ پھر بستر کی شکنوں اور سلوٹوں پتہ نہیں کیا کیا کہانیاں اُسے سُنائیں — وہ چپکے سے شانو کے بستر کے قریب سے ہٹ آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی لیکن وہ پھر کچھ اداس ہو گئی تھی۔

شانو جب نہا دھو کر مردانے کپڑے پہن کر آیا تو وہ بھی اُس پر سج رہے تھے اُس نے کہا۔ "ماں ذرا فیونرے کو فون کر لوں۔ آج دروازے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے کوئی نہ کوئی ٹیکسی ہو گی ہی۔"

"کتنی دور ہے — اب تو ٹیکسی سے کم چلے گا نہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے ماں — دیکھ نا ساتھ کتنا سامان ہے۔" اور شانو جب نے جھک کر پلنگ کے نیچے سے دو سوٹ کیس گھسیٹ نکالے۔ پھر بید کی ایک باسکٹ نکالی جو مقفل تھی — "اس میں اچھی اچھی شرابیں ہیں۔ اُس نے بید کی

باسکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا — "اور میں تیرے لیے بہت کچھ لایا ہوں ماں۔ رسٹ واچ ساریاں تو ذرا ہنس دے — ہنس دے نا — ہے تو میرے لیے ایک ایک پل روگ ہے۔"

کوشلیا ہنسنے لگی تو اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

اُس نے پوچھا — "تجھے کس نے بتایا شانو!"

"میں نے تو خود تجھے خوابوں میں روتے ہوئے دیکھا ہے ماں —" اور اُس نے کوشلیا کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اُس کے گال چوم لیے اور فون کرنے کے لیے تیزی سے دروازے کے باہر نکل گیا۔

لوٹ کر اُس نے بتایا کہ ٹیکسی آرہی ہے۔

"میں بھی اپنا سامان لے آتا ہوں —" کوشلیا یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تو شانو نے پکار کر پوچھا — "کیا کوئی وزنی سامان ہے ماں؟"

"نہیں شانو" اس نے جواب دیا اور دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ شانو اُس کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

کمرے میں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی دو ایک چیزوں کو اُس نے ڈیر بالڈ کے سوٹ کیس میں رکھا جو وہ چھوڑ گیا تھا اور دروازہ بھیڑے بغیر کمرہ خالی کر کے چل پڑی۔

شانو نے دونوں کمروں کا بل ادا کیا — تو کوشلیا کو ڈیر بالڈ کی یہ بات

اچھی نہ لگی کہ اُس نے بردوے کا بل ادا کرنے کی زحمت کی — اور نہ جانے سے پہلے اُسے بتایا ہی۔ اور دن وہ ایسا کرتا تو شاید کوشلیا اتنا زیادہ محسوس نہ کرتی۔ وہ ڈیر بالڈ کو شانو کے سامنے کسی طرح بھی شرمندہ ہوتا نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانو اپنے پیارے لال کی تعریفیں اس طرح نہ کرے کہ کوشلیا کو ڈیر بالڈ سے تقابل کا احساس ہو اور شانو ہمیشہ کچھ اسی ڈھب سے باتیں کرتا تھا کہ ڈیر بالڈ جیسے اُس کے لیے ناپسندیدہ اجنبی ہے۔ وہ تو کوشلیا کے پاس اتفاقاً پیسے بالکل نہ تھے — اُس نے ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی اور جو ہوتے تو یقیناً وہ جھٹ سے فیوزے کا بل چکاتی ہوئی کہتی کہ ڈیر بالڈ اپنا پرس یہیں چھوڑ گیا ہے تاکہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہو — لیکن اب سوائے شانو جی کو دیکھتے رہنے کے اُس کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔

ٹیکسی میں شانو کے پاس بیٹھتے ہوئے اُسے خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اپنی رقم اسی کے صندوق میں چھوڑ گیا ہے — لیکن چابیاں کہاں ہیں؟ — اس نے جلدی سے اپنی ساری کا پلو دیکھا جو بغیر کسی سلوٹ کے بالکل ستھرا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اِدھر اُدھر اپنے نیفے میں ٹٹولا۔ پھر اُس نے ٹیکسی رکوائی جو اسٹارٹ ہو چکی تھی اور جھٹ سے دروازہ کھول کر اُتر پڑی۔

"کیا بات ہے ماں؟"

"چابیاں بھول آئی ہوں —" لیکن ٹیکسی سے اُتر کر وہ دو قدم چلی ہی

تھی کہ اُس کو یاد آ گیا کہ چابیاں ڈیرالڈ نے اپنے کوٹ کی جیب ہی میں رکھ لی تھیں۔

وہ بناوٹی ہنسی ہنس کر لوٹ آئی اور ٹیکسی میں پھر سوار ہوتے ہوئے کہا کہ اُسے یاد آ گیا ہے اُس نے چابیاں سوٹ کیس میں رکھ دی ہیں اور بظاہر اطمینان سے شانو کے پاس بیٹھ گئی ۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شانو کو بتلائے کہ ڈیرالڈ نے اتنی بڑی رقم اُس کے پاس رکھی ہے۔

ٹیکسی روانہ ہوئی تو کھائی کے قریب پہنچ کر اُس نے ڈیرالڈ کو اُس مقام پر یاد کیا جہاں کھائی میں پھول پھینکنے سے قبل ڈیرالڈ نے اُس کے ہونٹوں کو چوما اور اپنی محبت کی ہمیشہ کی طرح قسمیں کھائی تھیں۔

"ماں کا کا بھی مجھ سے خفا ہو گا ۔۔۔ کیوں ہے نا؟" شانو جو یکایک پوچھ بیٹھا تو وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔

"کا کا کی خفگی کتنی شانو ۔۔۔ ہم ہنستے ہیں تو وہ غصہ بھول جاتا ہے۔ مجھے روتا ہوا دیکھتا تھا تو تجھ پر کڑھتا تھا۔ مجھے ہنستا ہوا دیکھے گا تو تجھے یوں سینے سے لگائے گا جیسے تُو نے کوئی کارنامہ کیا ہے۔"

"میں نے بہت بڑا کارنامہ تو کیا ہے ماں۔"

"یہی نا کہ مجھے سو سو آنسو رُلایا ہے۔"

"نہیں ماں۔ جس آدمی کو میں نے رجھا کر اپنا لیا ہے۔ اُس کے پاس بے شمار دولت ہے اور وہ میرا عاشق ہے۔ دیکھ لینا ہم اُس سے کتنا کما لیں گے۔ مجھے یقین ہے ماں کہ وہ دو چار دن ہی میں موٹر بھیج کر مجھے بلائے گا۔ عجب نہیں جو خود چلا آئے۔ کہتا تھا کہ جھیل کے کنارے تمہارے پُر فضا جھونپڑے کی تعریف سُنی ہے۔ کبھی آ کر دیکھوں گا تا کہ اس جھونپڑے کو ایک چھوٹے سے نہایت خوبصورت بنگلے میں بدل سکوں۔ ایسے بنگلے میں جس میں میرا حسین شانو آرام سے رہ سکے اور یہ کہتے کہتے اُس نے مجھے کھینچ کر اپنی گود میں بھر لیا تھا — اور پھر ۔۔۔"

"بشتا ۔۔۔ تو کتنا بے شرم ہو گیا ہے رے۔"

کوشیا نے اُس کو ٹوک دیا ۔۔۔ لیکن شانو جو بالکل بے پروائی سے ہنس پڑا۔

وہ موٹر کے باہر پیچھے بھاگتے ہوئے مناظر کو کچھ اس طرح دیکھتا رہا جیسے جھیل کے کنارے صرف اپنا حسین 'جھیل' چھوٹا سا بنگلہ دیکھ رہا ہو جو دوڑتے ہوئے موٹر کے باہر بار بار اُس کی نظروں سے ہو کر پیچھے بھاگ رہا ہو۔

اُس نے باہر ہی محویت کے عالم میں دیکھتے ہوئے پھر بولنا شروع کیا۔

"ماں جب خان آئے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ رندوے، فیروزے اور جھیل کی اس سرزمین پر میں خان کی آغوش میں اُسی وقت آؤں گا جب کہ جھیل کے کنارے میرا بنگلہ تعمیر ہو جائے۔ اسی بنگلے میں خان مجھے اپنا سکے گا اُس وقت تک وہ مجھے یہاں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔

ویسے مجھے یہاں سے دُور کہیں بھی لے جا سکتا ہے ——— تو دیکھنا ماں" ——— وہ کچھ سوچ کر پھر کہنے لگا۔ "خان کو مجھ سے ایک پل کی جدائی بھی گوارا نہ ہوگی۔ ——— جب یہاں تک آکر بھی وہ مجھے اپنانے سے محروم رہے گا تو میری ضد پوری کرنے کے لیے فوری تعمیر شروع کرے گا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر وہ ایک دن کے لیے چلا جائے گا ——— میں نے اُس پر جادو کر دیا ہے ماں ——— جادو۔"

کوشلیا نے شانو کو دیکھا تو اُس کو محسوس ہوا کہ شانو بھی اُسی کی طرح کسی خیالی دنیا میں رہتا بستا ہے ——— فرق صرف اتنا ہے کہ شانو کی دنیا خوبصورت بنگلوں اور موٹروں سے بنی ہے اور اس کے اپنے کچے گھروندوں اور چاندنی راتوں سے۔

ٹیکسی جھیل کے باغ کے چھوٹے سے گیٹ پر رکی تو ہارن بجانے پر بھی کاکا نہیں آیا ——— وہ یقیناً اتنی صبح صبح بھی کسی کو بجرے میں جھیل کی سیر کرا رہا ہوگا۔

"ہاں ——— میں کاکا کو اب کچھ کرنے نہ دوں گا ——— اسے آرام سے رکھوں گا ماں۔"

کوشلیا نے پلکیں جھپکا کر ایسی آنکھوں سے شانو کو دیکھا جیسے اُس کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

جب وہ جھونپڑے کے پاس پہنچ گئے تو سامان اُٹھا کر لے چلنے والوں میں

اُن کے ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی تھا ——— کرایہ اور انعام دے کر شانو نے سامان اندر رکھا اور جھیل کی طرف کاکا کو دیکھنے کے لیے چل دیا تو کوشلیا بھی تیز تیز قدم اُٹھاتی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی جہاں اُس نے ڈیربالڈ کی رقم رکھی تھی۔

صندوق کا قفل کھلا ہوا تھا ——— اُس نے کنڈی سے قفل الگ کر کے جھٹ سے صندوق کھولا تو اس کو اوپر ہی رکھا ہوا ایک خط نظر آیا ——— اُس نے بے چینی سے خط نکال لیا اور پڑھنے لگی۔

دشمنِ ہوش میری محبوبہ دلنواز کوشی

میں تمہارا ہوں۔ تمہارا رہوں گا۔ تم نے آج کمرے پر اپنے دُکھ درد کا ذکر کیا لیکن مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے میں تمہارا غموں کا ساتھی نہیں ہیں بہت اداس ہو گیا تھا اور تم سے جو کہنا چاہتا تھا وہ کہہ دینا مجھے اس وقت کچھ مناسب معلوم نہ ہوا ——— میری بچّی کی شادی ہے اور مجھے پیسے کی ضرورت ہے ——— میں چاہتا تھا کہ تم سے جس قدر قرض مل سکتا ہے حاصل کروں تاکہ میری پریشانی تمہاری ہمدردی اور محبت کے ہاتھوں سکون میں بدل سکے۔ تم جانتی ہو کہ اس کاروباری دنیا میں لڑکے والے لڑکی سے نہیں، اُس کے پیسے سے بیاہ رچاتے ہیں۔ تم میرے اس درد کو جس طرح جان سکتی ہو شاید دنیا نہ سمجھ سکے اس لیے کہ تم پر بیتی ہے۔ تمہاری ماں نے تمہارے بے پناہ حُسن

کے باوجود تمھارے ہاتھ اس لیے پیلے نہیں کیے کہ وہ آسمان سے ہُن برسنے کے
انتظار میں تھی اور تم اس ہُن کا انتظار۔ کیسے بغیر شانو جہ کے باپ کے ساتھ بہت
دن نکل گئیں — آخر دونوں کو پھر لوٹ نہ سکیں — کوشی میں اپنی رقم کے علاوہ
تمھارے صندوق میں جو کچھ رقم مل سکی لے جا رہا ہوں — صرف آٹھ سو اکیاسی
روپے ملے ہیں۔ میں تمھیں ایک ایک پائی لوٹا دوں گا کوشی — جان دیکھو
مجبوری کیسی بُری بلا ہے — وہ بھی کسی نادار باپ کی مجبوری میں بجائے اس
کے کہ تمھارے ناز اٹھاتا تمھارے احسان اٹھا رہا ہوں۔
تمھیں شادی کی تاریخ لکھوں گا — آؤ گی ؟ — میں جانتا ہوں
تمھارا دل اتنا بڑا ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی — اور یہ سوچ کر بہت
خوش ہوں کہ چلو میرے کام آئیں تو تم آئیں۔ تم جو میری زندگی کی پونجی رہو
— ورنہ جانے میں کس کس کے آگے ہاتھ پھیلاتا۔

تمھارا ہمیشہ تمھارا

سعید الزماں ڈیربالڈ

جب کوشلیا نے کاکا اور شانو جہ کو جھیل کی طرف سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو
وہ ڈیربالڈ کے اسی خط کے بارے میں سوچ رہی تھی جسے ابھی ابھی پڑھ کر وہ اپنے
صندوق میں چھپا آئی تھی۔ کوشلیا کو مسکراتا ہوا سو دیکھ کر کاکا نے کہا —
"آج بیٹا گھر آیا ہے تو تیرے ہونٹ ہی نہیں وہ آنکھیں بھی مسکرا رہی جو بات

بات پر بھر آتی تھیں — اتنے سارے آنسو تو نے کہاں چھپا دیے اب۔"
کوشی نے کاکا کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا — "آج میری زندگی
کسی کے کام آئی ہے کاکا۔ میں بہت خوش ہوں۔"
کاکا نے کوشلیا کی بات سمجھی ہی نہیں۔
شانو مگر پوچھ بیٹھا — "ہمیں بھی تو بتا ماں — ہم بھی تو تیری خوشی
میں حصہ دار ہیں۔"
کوشلیا منٹ بھر کے لیے سوچ میں پڑ گئی — پھر اس نے سنبھل سنبھل
کر کہا۔
"ڈیربالڈ کی اکلوتی بیٹی کی شادی ہے شانو — میں نے اس کے لیے
اچھا سا ور ڈھونڈا تھا۔"
شانو بے ساختہ ہنس پڑا — "تو بہت معصوم ہے ماں۔ بھولی بھالی۔"
"تو نے اس لڑکی کے لیے ور ڈھونڈا ہے جس کا کوئی وجود ہی دنیا میں
نہیں ہے۔ سعید الزماں کے کوئی لڑکی ہے نہ کوئی بیوی۔"
"چل پگلے — وہ بھلا مجھ سے جھوٹ کیوں کہے گا" — کوشلیا نے
کہنے کو تو کہہ دیا لیکن اس کی آنکھیں کچھ اس طرح شانو کو تک رہی تھیں جیسے
کہہ رہی ہوں کہ اگر یہ جھوٹ بھی ہے تو اس جھوٹ کو مجھے سچ مان لینے دے
شانو!"

شانو نے کوشلیا کی حیرانی دیکھی تو اُس کی کمر میں گدگدا کر کہا ——— "ماں تو ڈیربالڈ کی ساری ہی باتوں کو سچ مانتی ہے —— اور جو کچھ میں کہتا ہوں تو اُس پر یقین کر لیتی ہے —— خود سے اس نتیجہ پر پہنچتی ہی نہیں کہ ہم دونوں میں کون جھوٹا ہوگا —— ہو سکتا ہے کوئی اُس کی بیٹی ہو —— میں نے تو یونہی مذاقاً کہہ دیا تھا ماں" —— اور شانوجو نے پینترا بدل کر سوچا کہ ڈیربالڈ کے اس جھوٹ کے پیچھے جانے کتنی باتیں چھپی ہیں جو آہستہ آہستہ ماں اُسے تب ہی بتائے گی جب کہ یہ جھوٹ چھپا رہے۔

لیکن کوشلیا ساری باتوں سے بے نیازی، دُور دُور جھیل کی سمت کچھ ڈھونڈ رہی تھی —— اُسے کون سمجھا جا سکتا تھا کہ کوئی سچائی اُن آنکھوں کو نہیں ملتی جو اتنی دُور دُور تک دیکھتی ہوں۔

شام ہوئی تو بروولے کی کھائی پر آدمیوں کا ٹھٹھ جمع تھا۔ جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی کپڑے کی دھجیوں کو دیکھ کر کاکا کا شبہ یقین سے بدل گیا تھا کہ وہ کوشلیا ہی تھی جس کے سائے کو کھائی کے منہ پر ڈولتے ہوئے اُس نے دیکھا تھا —— کاکا میں دو قدم چلنے کا یارا نہ تھا اور لوگ اُسے سہارا دیے ہوئے تھے۔

فیروزے کا بیر اعتصام زین درخت کی اوٹ میں چھپا سسکیاں بھر کر اُس بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا جس کا نیا نویلا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔ ایسا کھلونا جسے ابھی اُس نے بس چھوا تھا۔

شانوجو اُسی کھائی کی طرح خاموش تھا جس میں ابھی کچھ دیر پہلے بڑی ہلچل سی مچی تھی۔

ہینسن کہہ رہا تھا۔ "کوشلیا ایک بڑی عورت تھی۔ ایک عظیم ماں جسے نہ محبت، نہ سکھ ملا نہ ممتا کا۔"

پاس ہی کسی فاختہ کی آواز آ رہی تھی اور سائے گہرے ہو رہے تھے اور دن ڈوب رہا تھا اور انسانوں کے اس غول میں کتنے دل ڈوب رہے تھے یہ نہیں کہا جا سکتا۔

•••



چند عمدہ ناول

آئینے اکیلے ہیں	کرشن چندر	۷ روپے
مشینوں کا شہر	"	۶ روپے
داراشکوہ	قاضی عبدالستار	۸ روپے
غبارِ شب	"	۸ روپے
بے جڑ کے پودے	سہیل عظیم آبادی	۵ روپے
تنکے کا سہارا	شکیلہ اختر	۸ روپے
ایک محبت کی کہانی	غازی صلاح الدین	۴½ روپے
کھلونے	مسعود مفتی	۴½ روپے
طوفانِ حوادث	پروین سرور	۴½ روپے
بیگانہ	البرٹ کامو	۶ روپے

نصرت پبلشرز

کپور مارکیٹ۔ وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۳